www.dawateislami.net

سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : تیسری

رسالہ نمبر 2

۱۳۳۵ھ

حسن التعمم لبیان حد التیمّم

تیمّم کی ماہیت وتعریف کا بہترین بیان (ت)

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

حسن التعمّم لبیان حد التیمّم

تیمّم کی ماہیت وتعریف کا بہترین بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲: ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اوّل تیمّم کی تعریف وماہیت شرعیہ کیا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیمنا صعیدا طیبا من ساحۃ کرم الیہ یصعد الکلم الطیب* لیطھر قلوبنا والسنتنا فنستاھل ان نقول بنیۃ زکیۃ ومقول طیب۔ ان الحمدللہ الذی انزل قراٰن غیر ذی عوج* ۔۔جَعَلَ۔۔ا۔۔	ہم نے اس میدانِ کرم کی سطح پاک (صعید طیب) کا قصد کیا جس تک پاکیزہ کلمے صعود وترقی پاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے دلوں اور زبانوں کو طہارت وپاکیزگی بخش دے جس کے باعث ہم صاف ستھری نیت اور پاکیزہ زبان سے بولنے کے قابل ہوجائیں۔ یقینا ساری تعریف خدا کیلئے ہے جس نے ایسا قرآن نازل فرمایا جس میں ذرا بھی کجی نہیں، اور

... والصلاۃ والسلام عدد الرمل والتراب *علی رحمۃ الرحمٰن ومنۃ الوھاب*الذی اتی بالدین یسرامیسورا*وجعلت له الارض مسجدا وطھورا*فایما رجل من امته ادرکته الصلاۃ فلیصل*متمتعا ببرکۃ اٰل ابی بکر الاجل۔ وعلی اٰله وصحبه*وابنه وحزبه* اجمعین*ابد الاٰبدین۔	جس نے دین میں ہم پر کوئی تنگی نہ رکھی۔ ریت اور مٹی کے ذرّات کی تعداد میں درود وسلام ہو رحمت رحمٰن اور احسانِ وہاب پر جو سہل وآسان دین لے کر تشریف لائے، اور جن کے لئے زمین مسجد اور مطہّر بنادی گئی کہ ان کی امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پا جائے وہ بزرگ ابوبکر کی آلِ پاک کی برکت سے فائدہ اٹھاتا ہوا نماز ادا کرے۔ اور اُن کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ سب پر، ہمیشہ ہمیشہ (درود وسلام ہو) (ت)

امام محقق ابن الہمام پھر اُن کے اتباع سے بہت اعلام نے قرار دیا کہ حق یہ کہ وہ چہرہ وہر دو دست کا صعید یعنی جنس ارض طاہر سے مسح کرنا ہے یہ اجمال بہت تفصیل کا طالب **فاعلم انه جاء تحدیدہ فی کلماتھم علی ستۃ وجوہ** (معلوم ہو کہ کلماتِ علماء میں تیمّم کی تعریف چھ ۶ طرح سے آئی ہے۔ ت)

الوجه الاوّل مااختارہ عامۃ شراح الھدایۃ انه القصد الی الصعید الطاھر للتطھیر [1] وردہ المحقق فی الفتح واتباعه بان القصد وھو النیۃ شرط لارکن [2] واجاب عنه العلامۃ ش بجوابین: **اولھما:** ان الشرط ھو قصد عبادۃ مقصودۃ الٰی آخر مایأتی لاقصد نفس	**تعریف اوّل** وہ ہے جو ہدایہ کے عامّہ شارحین نے اختیار کی: تطہیر کیلئے پاک سطح زمین کا قصد کرنا اعتراض فتح القدیر میں محقق ابن الہمام نے اور ان کے متبعین نے یوں رَد کردیا کہ قصد یعنی نیت تیمّم کیلئے شرط ہے رکن نہیں (اور تعریف میں اسے عین تیمّم قرار دیا گیا ہے جس سے رکن ہونا ہی ظاہر ہے) علامہ شامی نے اس اعتراض کے دو ۲ جواب دیے: **جواب اوّل:** تیمّم میں جو قصد ونیت شرط ہے وہ یہ کہ کسی عبادت مقصودہ کا قصد ہو خود سطح زمین کا قصد

---

[1] الکفایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکّھر ۱/۱۰۶

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکّھر ۱/۱۰۶

الصعید[1] اھ۔ **اقول اوّلًا:** (۱) قصد الصعید مامور بہ فی القراٰن العظیم ·۱۰۰۰·[2] غیر ان القصد لابدلہ من غایۃ وھی استباحۃ عـہ عبادۃ مقصودۃ الخ ولایقصد ذلك الا من استعمال الصعید قصدا فقصد الصعید لابد منہ ولاتحقق للتیمّم الا بہ واذلیس کنا فھو شرط لاشك کنفس الصعید فانہ ایضا من شرائط التیمّم کماقال العلامۃ نفسہ ان الشارح نبہ علی انہ ای قصد الصعید شرط وکذا الصعید وکونہ مطھرا کما افادہ ح فافھم[3] اھ۔ **وثانیًا:** (۲) تریدون بہ رد الایراد وان سلم ماذکرتم لما افاد الا یراد الا الازدیاد لانہ جعل حقیقۃ التیمم مالاتوقف لہ علیہ اصلا فضلا عن	شرط نہیں۔ **اقول: اوّلًا** صعید (سطحِ زمین) کے قصد کا تو قرآن عظیم میں حکم موجود ہے ارشاد ہے: ·۱۰۰۰· (تو پاک روئے زمین کا قصد کرو) یہ الگ بات ہے کہ قصد کی کوئی غایت ہونا ضروری ہے۔ اور وہ نماز کو مباح کرنے والے تیمّم میں یہ ہے کہ کسی عبادت مقصودہ کا جواز چاہے الخ۔ اور یہ قصدًا جنس ارض کے استعمال ہی سے مقصود ہوتا ہے تو جنس ارض کا قصد ضروری امر ہے جس کے بغیر تیمّم کا ثبوت اور تحقّق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قصد جب رکن نہیں تو اس کا شرط ہونا یقینی ہے۔ جیسے خود جنسِ زمین، یہ بھی شرائطِ تیمّم میں سے ہے، جیسا کہ خود علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ شارح نے اس پر تنبیہ کردی کہ جنسِ زمین کا قصد شرط ہے اور اسی طرح جنس زمین اور اس کا مطہر ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ حلبی نے افادہ فرمایا **فافھم** اھ۔ **ثانیًا** آپ اعتراض دفع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ کا جواب اگر تسلیم کرلیا جائے تو اس سے اعتراض میں اور اضافہ ہی ہوگا اس لئے کہ اس جواب نے تو تیمّم کی حقیقت ایک ایسی چیز کو قرار دے دیا جس پر تیمّم سرے سے موقوف ہی نہیں اس چیز کا رکنِ تیمّم ہونا

عـہ ای فی التیمم المبیح للصلاۃ منہ غفرلہ۔	یعنی نماز کو مباح کرنے والے تیمّم میں۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸

[2] القرآن ۴/۴۳

[3] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸

الركنية۔

والاٰخر ان المعانی الشرعیة لاتوجد بدون شروطها فمن صلی بلاطهارة مثلا لم توجد منه صلاة شرعا فلابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی فلذا قالوا بشرائط مخصوصة کمامر [1] اھ یرید مایأتی فی التعریف الثانی اِن شاء الله تعالٰی۔

اقول : (۱) لاکلام فی ذکر الشروط بل فی جعل الشرط حقیقة المشروط کمایفیده بقولهم هو قصد الصعید (۲) بخلاف قولهم بشرائط مخصوصة فانه ذکر الشرط علی جهته ومرتبته فالاستناد به فی غیر محله (۳) وشیئ ماقط لایوجد بدون شرطه عینا کان اومعنی شرعیا اوغیره لکن لایصیر به الشرط رکن المشروط حتی یحدبه (۴) وکیف یسوغ ان یقال ان الصلاة هی الطهارة وان کانت لاتوجد الابها نعم یصلح عذرا له ماقال قبل الجوابین انه لابد فی الالفاظ الاصطلاحیة المنقولة عن اللغویة ان یوجد فیها المعنی اللغوی غالبا ویکون المعنی الاصطلاحی اخص

تو الگ رہا (یعنی عبادت مقصودہ کا جواز چاہنے سے الگ کرکے صرف "جنس زمین کو مقصود بنانے" پر تیمّم کا ثبوت موقوف ہی نہیں تو یہ رکن تیمّم کیونکر ہوگا؟) (ت)

جواب دوم: شرعی معانی کا وجود ان کی شرطوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ مثلًا اگر کسی نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو اس سے نماز شرعی کا وجود نہ ہوا اس لئے شرطوں کا ذکر ضروری ہے تاکہ شرعی معنی کا تحقق ہوسکے اسی لئے علماء نے "بشرائط مخصوصۃ" کہا جیسا کہ گزرا اھ علامہ شامی کی مراد وہ الفاظ ہیں جو تعریف دوم میں آئیں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

اقول: شرطوں کے ذکر کرنے پر کوئی کلام نہیں بلاالکہ کلام اس پر ہے کہ شرط ہی کو مشروط کی حقیقت کیسے بنادیا گیا جیسا کہ ان کا قول "هو قصد الصعید" (تیمّم جنس زمین کے قصد کا نام ہے) بتا رہا ہے۔ اور تعریف دوم میں لفظ "بشرائط مخصوصة" کی حیثیت اس کے برخلاف ہے۔ اس میں شرط کو اس کی صحیح صورت اور مرتبہ میں رکھ کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے استناد بے محل ہے۔ کوئی بھی چیز خواہ عین ہو یا معنی شرعی یا اور کچھ اپنی شرط کے بغیر کبھی نہیں پائی جاتی لیکن اس سے شرط، مشروط کا رکن نہیں ہوجاتی کہ اس شرط کے ذریعہ اس کی تعریف کی جاسکے۔ نماز اپنی شرط طہارت کے بغیر وجود میں نہیں آتی لیکن کیا یہ کہنا روا ہوگا کہ نماز طہارت کا نام ہے؟ ہاں اس تعریف میں "قصد

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ۱۶۸/۱

من اللغوی ولذا عرف المشائخ الحج بانه قصد خاص بزیادة اوصاف مخصوصة [1] اھ وحاصله انه تسامح یحمل علیه بیان المناسبة بین المنقول عنه والیه وقد اشار الیه بعض المعرفین به کالعنایة اذقال التیمّم فی اللغة القصدُ وفی الشریعة القصدُ الی الصعید الطاھر للتطھر فالاسم الشرعی فیه المعنی اللغوی [2] اھ ھذا۔ (۱) ثم التعبیر بطاھر اطبق علیه عامة الکتب متونا وشروحا وفتاوی وابدله فی التنویر بالمطھر قال فی الدر (۲) خرج الارض المتنجسة اذا جفت فانها کالماء المستعمل [3] اھ ای طاھرة غیر طھور فتجوز الصلاة علیها ولایجوز التیمم بها وبه اخذ البحر علی الکنز قائلا کان ینبغی للمصنف ان یقول بمطھر لیخرج ماذکرنا کما عبربه فی منظومة ابن وھبان [4] اھ۔

الصعید" ذکر کرنے کے عذر میں بیان کئے جانے کے قابل وہ ہے جو علامہ شامی نے مذکورہ دونوں جوابوں سے پہلے فرمایا کہ لغوی معانی سے منقول، اصطلاحی الفاظ میں عموماً لغوی معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے اخص ہوتا ہے۔ اسی لئے مشائخ نے حج کی تعریف یہ کی ہے کہ حج ایک خاص قصد ہے کچھ مخصوص اوصاف کی زیادتی کے ساتھ اھ حاصل یہ ہوا کہ یہ ایک تسامح ہے جو معنی منقول عنہ اور معنی منقول الیہ کے درمیان مناسبت بتانے کے پیش نظر روا رکھا گیا ہے۔ بعض تعریف کرنے والوں نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ جیسے عنایہ میں کہا ہے۔ لغت میں تیمّم کا معنی قصد ہے۔ اور شریعت میں پاک ہونے کیلئے پاک سطح زمین کا قصد کرنا۔ تو تیمّم کے شرعی نام میں لغوی معنی بھی موجود ہے اھ ہذا۔ (ت)

تیمّم کی تعریف میں طاہر اور مطہر سے تعبیر کا فرق متون، شروح، فتاوٰی کی عامہ کتب کا "طاہر" سے تعبیر پر اتفاق ہے مگر تنویر الابصار میں "طاہر" کی بجائے "مطہر" کہا۔ درمختار میں مطہر سے تعبیر کا فائدہ بتایا کہ یہ کہنے سے وہ زمین خارج ہوگئی جو نجس ہوئی پھر خشک ہوگئی کیونکہ وہ مائے مستعمل کی طرح ہے یعنی طاہر تو ہے مطہّر نہیں۔ تو اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر اس سے تیمّم کرنا جائز نہیں، اسی لئے بحرالرائق میں کنز الدقائق کی عبارت پر گرفت

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ١/١٦٨

[2] عنایة مع الفتح باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ١/١٠٦

[3] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ١/٤١

[4] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٤٧

(ا) واغرب القهستانی فاخذ علی النقایة واشار الی عبارة قدکان فیها الجواب لوتأمل اذقال (علی کل طاهر) تعمیم لایخلو عن تسامح والعبارة علی طاهر کامل فانه لایجوز بارض صارت نجسة ثم ذهب اثرها[1]۔

اقول: الطهارة لاتقبل التشکیك وانما التفاوت بمالانجس فیه اصلا وما فیه نجس قلیل معفوعنه فیکون هذا هو الجواب ان المراد بالطاهر کامل الطهارة الذی لاعفو فیه۔

وهذا ماافاده الامام ملك العلماء فی البدائع اذقال (ا) ان احراق الشمس ونسف الریاح اثرها فی تقلیل النجاسة دون استئصالها والنجاسة وان کانت تنافی وصف الطهارة فلم یکن اتیانا بالمأموربه فلم یجز فاما النجاسة القلیلة قدتمنع جواز الصلاة عند اصحابنا ولایمتنع ان یعتبر القلیل من النجاسة فی بعض الاشیاء دون

کی ہے کہ مصنف کو "**بمطهر**" کہنا چاہئے تھا تاکہ وہ خارج ہوجائے جس کا ہم نے ذکر کیا، جیسا کہ ابن وہبان کے منظومہ میں "**مطهر**" سے تعبیر کی ہے اھ (ت)

اور قہستانی نے عجب بات کی، نقایہ پر گرفت کرکے اس کی مراد کی طرف ایسے الفاظ میں اشارہ کیا کہ ان ہی الفاظ میں گرفت کا جواب بھی موجود تھا اگر وہ غور سے کام لیتے۔ نقایہ کی عبارت ہے: "**علٰی کل طاهر**" (ہر طاہر پر)۔ اس پر قہستانی نے کہا: یہ تعمیم تسامح سے خالی نہیں۔ اور مراد "طاہر کامل" ہے کیونکہ تیمّم ایسی زمین پر جائز نہیں جو نجس ہوگئی پھر اس کا اثر جاتا رہا اھ۔ (ت)

اقول: طہارت قابل تشکیک نہیں (کہ حقیقی طور پر طاہر کامل وطاہر ناقص کی تقسیم ہوسکے) فرق یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ذرا بھی نجس چیز شامل نہیں۔ اور کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ایسا قلیل نجس ہوتا ہے جو معاف ہے، تو نقایہ پر اعتراض کا یہی جواب ہے کہ طاہر سے مراد وہ کامل الطہارۃ ہے جس میں نجس قلیل عفو شدہ بھی نہیں۔ (ت) امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں یہی افادہ فرمایا، فرماتے ہیں: "سورج کے تمازت اور ہواؤں کے اڑانے کا اثر صرف یہ ہوتا ہے کہ نجاست کم ہوجاتی ہے بالکل ختم نہیں ہوتی۔ اور نجاست اگرچہ کم ہو طہارت کے منافی ہے تو (وہ زمین جو نجس ہوکر خشک ہوگئی اس پر تیمّم کرنے میں، پاک زمین سے تیمّم کا) جو حکم دیا گیا ہے اس کی بجاآوری نہ ہوسکے گی اس لئے اس سے تیمّم جائز نہ ہوا۔ لیکن قلیل نجاست

---

[1] جامع الرموز باب التیمم المطبعۃ الکریمیہ قزان (ایران) ٦٨/١

البعض الاتری ان النجاسة القلیلة لو وقعت فی الاناء تمنع جواز الوضوء به ولواصابت الثوب لاتمنع جواز الصلاة[1] اھ وھذا ھو ملمح من قالوا انھا طاھرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التیمّم وجعله فی البحر ظاھر کلامھم۔

اقول: لیست الطھارة ولاالنجاسة امرا اضافیا بل وصف یثبت للشیئ نفسه امالاصله اولعارض (۱) وانما معنی الطھارة فی حق شیئ سوغ الاستعمال فیه والنجاسة فیه عدمه ولایکون الاببقاء نجس عفی عنه فی حق شیئ دون اٰخر کما اشار الیه ملك العلماء۔ (۲) ومنه مایؤمر فیه بالعصر البالغ فعصر زید جھده ولوعصره عمرو لقطر طھر فی حق زید لاعمرو[2] کما فی الدر (۳) وغیرہ وبه ظھر مافی قول البحر اذقال

ہمارے اصحاب کے نزدیک جواز نماز سے مانع نہیں اور یہ کوئی محال امر نہیں کہ بعض چیزوں میں قلیل نجاست کا اعتبار ہو اور دوسری بعض چیزوں میں نہ ہو۔ دیکھو کہ برتن میں اگر تھوڑی نجاست پڑ جائے تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر اتنی ہی تھوڑی نجاست کپڑے میں لگ جائے تو اس سے نماز جائز ہے (ت) اور یہی ان حضرات کا مطمعِ نظر ہے جنہوں نے فرمایا کہ وہ زمین نماز کے حق میں پاک ہے، تیمّم کے حق میں ناپاک ہے۔ مگر بحر الرائق میں اسے انکا ظاہر کلام قرار دیا۔

میں کہتا ہوں طہارت اور نجاست کوئی اضافی چیز نہیں (کہ کسی کہ بہ نسبت طہارت ہو اور کسی کی بہ نسبت نجاست) بلالکہ یہ ایسا وصف ہے جو خود شیئ کیلئے براہِ راست یا کسی عارض کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کسی شیئ کے حق میں پاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز ہے اور ناپاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب کچھ نجس جز باقی رہ گیا ہو جو کسی چیز کے حق میں معاف ہے اور دوسری چیز کے حق میں معاف نہیں۔ جیسا کہ ملک العلماء نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ت) اور اسی سے وہ بھی ہے جس میں خوب نچوڑنے کا حکم ہے۔ اب زید نے اپنی طاقت بھر نچوڑا مگر عمرو اسے نچوڑتا تو ابھی کچھ اور ٹپکتا۔ یہ زید کے حق میں پاک ہے مگر عمرو کے حق میں نہیں۔ جیسا کہ

---

[1] بدائع الصنائع شرائط تیمّم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۳

[2] الدر المختار بالمعنی باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶

بعد نقله الحق انها طاهرة فی حق الکل قال وانما منع التیمّم لفقد الطهوریة کالماء المستعمل وللحدیث عـہ۱ الوارد من قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطهورا بناء علی ان الطهور بمعنی المطهر وقد عـہ۲ تقدم الکلام فیه[1] اھ

اقول: (۱) مطمح نظرهم فی هذا التعلیل ان الکتاب الکریم انما شرط صعیدا طیبا

دُرمختار وغیرہ میں ہے۔

اس تفصیل سے بحرالرائق کی عبارت میں جو خامی ہے ظاہر ہوگئی انہوں نے اسے نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ زمین (نماز و تیمّم) ہر ایک کے حق میں پاک ہے اور اس سے تیمّم اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں مطہّر ہونے کی صفت مفقود ہے۔ جیسے مائے مستعمل میں یہ صفت مفقود ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول وارد ہے: "میرے لئے زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا"۔ یہ استدلال اس بنیاد پر ہے کہ طہور بمعنی مطہّر ہے۔ اور اس پر کلام گزر چکا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس تعلیل میں ان علماء کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم نے "صعید طیب" کی شرط

عـہ۱ **اقول:** فی (۲) جعله دلیلا براسه نظر لایخفی ۱۲ منه غفرله (م)

عـہ۲ **اقول:** (۳) الذی قدم صدر بحث المیاہ انکار ان یکون الطهور بمعنی المطهر لغة (۴) ولاشك ان المحاورات الشرعیة تظافرت علی ذلك منها هذا الحدیث فان کون الارض طاهرة لیس من خصائص هذه الامة بل کونها طهورا وقد سلم المحقق علی الاطلاق الاجماع علی ان الطهور فی لسان الشرع مایطهر غیره ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: اسے مستقل دلیل بنانا نمایاں طور پر محل نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (کیونکہ حدیث سے صرف یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زمین مطّہر ہے اس کو ماسبق سے ملائیں تو ایک دلیل مکمل ہوگی اور ماسبق سے الگ کردیں تو مدعا ثابت نہ ہوگا ۱۲ محمد احمد مصباحی) اقول: اس سے پہلے بحث میاہ کے شروع میں انہوں نے لغت میں طہور، بمعنی مطہّر ہونے کا انکار کیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ طہور بمعنی مطہّر ہونے پر شرعی محاورات کثرت سے موجود ہیں انہی میں سے یہ حدیث بھی ہے کیونکہ زمین کا طاہر ہونا اس امت کی خصوصیات میں نہیں بلالکہ زمین کا مطہّر ہونا اس امت کے خصائص سے ہے، اور محقق علی الاطلاق نے تو اِس بات پر اجماع تسلیم کیا ہے کہ زبانِ شرع میں طہور وہ ہے جو دوسرے کو پاک کردے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷

والطیب ھوالطاھر فاشتراط وصف اٰخر فوق الطھارۃ زیادۃ علی الکتاب فیجب ان تخرج ارض تنجست وجفت من الطھارۃ کیلا یشملھا المأموربه۔

اما الحدیث **فاقول:** (۱) یفید کالاٰیۃ وصف الارض بانھا طھور فیثبت لکل ارض طاھرۃ لاتقییدہ التطھیر بما ھو منھا طھور فوق الطھارۃ اما قرربه المحقق حیث اطلق ان الصعید علم قبل التنجس طاھرا وطھورا وبالتنجس علم زوال الوصفین ثم ثبت بالجفاف شرعا احدھما اعنی الطھارۃ فیبقی الاٰخر علی ماعلم من زواله واذا لم یکن طھورا لایتیمّم به[1] اھ۔

فاقول: (۲) لم یعلم کونھا طھورا الا بالکریمۃ والکریمۃ لم تشرط لطھوریتھا الاطیبھا وطھارتھا ومازالت الطھوریۃ الالزوال الطھارۃ فان عادت عادت فلابد من القول بما قالوا والمیل الی ما مالوا۔

لگائی۔ اور طیب وہی ہے جو پاک ہو۔ اور پاکی سے اوپر ایک وصف کا اور اضافہ کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ اس لئے یہ (کہنا) ضروری ہے کہ جو زمین نجس ہو کر خشک ہو گئی وہ (تیمّم کے حق میں) طاہر ہی نہیں تاکہ مامور بہ اس زمین کو شامل ہی نہ ہو۔ (ت) رہی وہ حدیث جو آپ نے پیش کی

فاقول: یہ بھی آیت کی طرح زمین کیلئے طہور ہونے کی صفت کا افادہ کررہی ہے۔ تو یہ صفت ہر طاہر زمین کیلئے ثابت ہوگی۔ حدیث یہ افادہ نہیں کرتی کہ تطہیر کا عمل اسی زمین سے مقید و مخصوص ہے جو طاہر ہونے سے بڑھ کر مطہّر ہو۔ لیکن محقق علی الاطلاق کی یہ تقریر کہ "نجس ہونے سے قبل سطح زمین کا طاہر اور مطہّر دونوں کا ہونا معلوم تھا۔ اور نجس ہونے سے دونوں صفتوں کا زوال اور ختم ہونا معلوم ہوا۔ پھر خشک ہونے سے دونوں میں ایک وصف یعنی طاہر ہونا شرعًا ثابت ہوا تو دوسرا وصف اسی حال معلوم زوال پر باقی رہے گا (مطہّر ہونے کا وصف ثابت نہ ہوسکے گا) اور جب مطہر نہ ہوگی تو اس سے تیمّم جائز نہ ہوگا"۔ اھ (ت)

فاقول: زمین کا مطہّر ہونا آیت ہی سے معلوم ہوا اور آیت نے مطہّر ہونے کیلئے صرف پاکیزگی و پاکی کی شرط لگائی اور وصف طہارت ختم ہونے ہی کی وجہ سے مطہّر ہونے کی صفت ختم ہوئی، تو اگر طہارت کی صفت (خشک ہوجانے سے) لوٹ آئے تو مطہر ہونے کی صفت بھی لوٹ آئیگی،

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۵/۱

اقول: لکن قد یلزم علیه انها اذا اصابها الماء تنجس وعادت نجسة لان القلیل والکثیر من النجاسة سواء فی الماء القلیل فیتنجس ثم ینجس الارض (۱) وھو احد تصحیحین فی کل ماحکم بطھارته بغیر مائع کمافصله البحر فی البحر قبیل قوله وعفی قدر الدرھم ونقل عن المحیط فی خصوص مسألة الارض ایضا ان الاصح عود النجاسة لکن الروایة المشھورة انها لاتقود نجسة وھو المختار خلاصة وھو الصحیح خانیة ومجتبی وھو الاولی لتصریح المتون بالطھارة وملاقاة الماء الطاھر للطاھر لاتوجب التنجس وقد اختارہ فی فتح القدیر فان من قال بالعود بناہ علی ان النجاسة لم تزل وانما قلت[1] اھ بحر۔

اس لئے اسی کا قائل ہونا پڑے گا جس کے قائل وہ حضرات ہیں اور اسی کی طرف مائل ہونا ہوگا جس کی طرف وہ مائل ہیں۔ (ت)

اقول: لیکن اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہوجانے والی زمین پر اگر پانی پہنچ جائے تو نجس ہوجائے گا اور زمین بھی پھر نجس ہوجائیگی۔ اس لئے کہ آب قلیل کیلئے قلیل وکثیر دونوں ہی نجاستیں برابر ہیں تو پانی نجس ہوجائے گا پھر زمین کو بھی نجس کردے گا۔ اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کسی بہنے والی چیز کے بغیر پاک ہوجانے کا حکم کیا گیا ہے اس کے بارے میں دو تصحیحوں میں سے ایک یہی ہے کہ پانی پڑنے سے وہ پھر ناپاک ہوجائیگی، جیسا کہ البحر الرائق میں "**وعفی قدر الدرھم**" سے قبل اس کی تفصیل موجود ہے اور محیط سے خاص مسئلہ زمین میں، یہ نقل کیا ہے کہ اصح یہی ہے کہ نجاست لوٹ آئیگی۔ لیکن روایت مشہورہ یہ ہے کہ نجس نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ خلاصہ اور یہی صحیح ہے خانیہ ومجتبی اور یہی اولٰی ہے کیونکہ متون میں طہارت کی صراحت موجود ہے اور پاک شیئ سے پاک پانی کا اتصال باعث نجاست نہیں۔ اور اسی کو فتح القدیر میں اختیار کیا اس لئے کہ جو دوبارہ نجس ہوجانے کے قائل ہیں ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نجاست زائل نہیں ہوئی صرف کم ہوئی اھ البحر الرائق۔ (ت)

اقول: عہ تحقیق اور نظر دقیق یہ ہے کہ یہ بھی

عہ ملک العلماء کی عبارتِ بدائع سے یہ معلوم ہوا کہ زمین خشک ہوجانے سے نجاست بالکل زائل نہیں ہوتی کچھ (باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] البحر الرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۲۷

اقول: (۲) والتحقیق والنظر الدقیقان هذا ایضاً لایلزمهم ولا بعدم لزومه یستضر مقصودهم اعنی الامام ملك العلماء والشارحین فلربما یعفی مثل القلیل فی الماء ایضاً کما نصوا فی رشاش البول کرؤس الابر ووقوع بعرة او بعرتین الی مایستقله الناظر فی البئر وکذا الخثی والروث القلیلان فلیکن هذا ایضاً من ذاك کیف ومابقی بعد الجفاف وذهاب الاثر حتی لم یبق ریح ولا لون لایکون الا کرؤس الابر او اقل ومعنی الطاهر هنا فی المتون وغیرها سائغ الاستعمال والا فقد صرحوا بطهارة المنی بالفرك ومعلوم قطعاً انه لایزول بالکلیة بل تبقی له اجزاء ولا امکان للحکم بطهارة اجزاء النجس مادامت العین باقیة فلا معنی الا المعفو عنه السائغ الاستعمال وقد عفی ایضاً فی الماء فان المختار کما فی الخلاصة عدم عوده نجسا باصابة الماء[1]۔	ان پر یعنی ملک العلماء اور شارحین پر لازم نہ آئیگا اور لازم نہ آنے کے ساتھ ان کے مقصود کیلئے مضر بھی نہیں۔ کپڑے وغیرہ میں جیسے ایک حد تک قلیل نجاست معاف ہوتی ہے کچھ خفیف و قلیل سی نجاست پانی میں بھی تو عفو ہوتی ہے سُوئی کے ناکوں کی طرح پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں، کُنویں میں مینگنی پڑ جائے ایک دو یا کچھ اور، جہاں تک کہ دیکھنے والا اسے قلیل ہی سمجھے تو ان سب کے معاف ہونے سے متعلق علماء کی صراحت موجود ہے۔ قلیل گوبر اور لید کا بھی یہی حکم ہے۔ تو خشک زمین پر جو خفیف سی نجاست رہ گئی ہے اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ جب زمین خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ نہ رنگ باقی رہا نہ بُو، تو اس کے بعد جو کچھ رہ جاتا ہے وہ بس سُوئی کے ناکوں کی طرح یا اس سے بھی کم تر ہوتا ہے (تو یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ایسی خشک زمین پانی پڑنے کے بعد بھی پاک ہی رہے) یہاں پر متون وغیرہا میں جو طاہر کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ استعمال جائز ہے (یہ معنی نہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

باقی رہتی ہے اسی لئے اس سے تیمّم جائز نہیں کیونکہ کتاب اللہ میں اس کیلئے صعید پاک کی شرط آئی ہے اور نجاست اگرچہ خفیف ہو طہارت کے منافی ہے لیکن قلیل نجاست جواز نماز کے منافی نہیں اس لئے اس زمین پر نماز کا جواز ہے۔ اب بحر الرائق کی منقولہ عبارت کی آخری سطر کی روشنی میں ملک العلماء کے نزدیک ایسی خشک زمین پانی لگنے سے پھر نجس ہو جانی چاہئے کیونکہ ان کی صراحت موجود ہے کہ زمین خشک ہوجانے سے نجاست کم ہوتی ہے، ختم نہیں ہوتی۔ اقول کے بعد مصنّف نے اس شُبہ کا ازالہ فرمایا ہے ۱۲ محمد احمد اصلاحی

---

[1] فتاوٰی خلاصہ جنس آخر من فصل السادس فی غسل الثوب نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲

فظهر ولله الحمد صحة ماقالوه من انها طاهرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التیمم وان لاخلاف بینه وبین مافی المتون من حکم الطهارة وان ما فعل الجم الغفیر من الاقتصار علی تقیید الصعید بالطاهر صاف طاهر لاغبار علیه و الله تعالٰی الموفق۔ ثمّ قد یسبق الی بعض الاذهان انهم جعلوا حقیقة التیمّم مجرد القصد وهو ظاهر الفساد ولذا اعترضه عبد الحلیم فی حاشیة الدرر بانه لایفهم منه الاستعمال وهو رکن کمالایخفی[1] اھ۔

واقول: (۱) لیس کذلك بل قالوا للتطهیر یعنی المعروف المعهود من مسح

کہ وہ کامل طور پر ایسا پاک وطاہر ہے کہ ذرا بھی نجاست کا وجود نہیں) علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ کپڑے پر خشک منی ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہوجائیگی۔ اور یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ رگڑ سے منی بالکل ختم نہیں ہوجاتی بلالکہ اس کے کچھ اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔ عین کے باقی رہتے ہوئے اجزائے نجس کی طہارت کا حکم دینا ممکن ہی نہیں پھر پاک ہونے کا کیا مطلب ہوا؟ یہی کہ اب استعمال جائز ہے اور جو کچھ رہ گیا ہے وہ معاف ہے۔ اور یہ پانی کے حق میں بھی معاف ہی ہے۔ اس لئے کہ مختار یہی ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ پانی لگنے سے وہ پھر نجس نہ ہوگا۔ (ت)

اس تفصیل سے بحمداللہ علما کے اس ارشاد کی صحت روشن ہوگئی کہ وہ خشک زمین نماز کے حق میں پاک ہے، تیمّم کے حق میں ناپاک ہے اور نجاست پڑنے کے بعد خشک ہوجانے والی زمین سے متعلق متون میں پاک ہونے کا جو حکم ہے اور ان علماء کے قول میں تیمّم کے حق میں اس کے ناپاک ہونے کا جو حکم ہے دونوں میں کوئی مخالفت اور منافات نہیں۔ اور علماء کے جمِ غفیر نے تیمّم سے متعلق صعید کو صرف طاہر وپاک سے مقید کرنے پر جو اکتفا کیا ہے یہ بالکل پاک وصاف ہے جس پر کوئی غبار نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت) تعریف مذکور "القصد الی الصعید الطاهر للتطهیر" (پاک سطحِ زمین کا قصد کرنا تطہیر کیلئے) سے کچھ لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس تعریف میں محض قصد کو تیمّم کی حقیقت قرار دے دیا گیا ہے جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اسی لئے درر کے حاشیہ میں فاضل رومی عبدالحلیم نے اس پر اعتراض کیا کہ اس تعریف سے "استعمال" سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ استعمال کا رکن تیمّم ہونا کوئی پوشیدہ امر نہیں اھ (ت) **میں کہتا ہوں** اس تعریف میں استعمال کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس میں للتطهیر موجود ہے

---

[1] حاشیۃالدر لمولیٰ عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۲۴/۱

الوجه واليدين فكان المعنى التيمّم هو ان يقصد صعيدا طاهرا فيمسح وجهه ويديه منه وهذا المجموع عين ما افاده النظم الكريم غير انه ليس فيه مافي كلام هؤلاء ان المجموع ركن والله تعالٰى اعلم۔

الوجه الثاني: ماافاده ملك العلماء في البدائع وتبعه كثيرون من اٰخرهم الدرر انه استعمال الصعيد في عضوين مخصوصين على قصد التطهير بشرائط مخصوصة[1] اھ ولفظ الامام الزيلعي في ما حكى عنهم استعمال جزء من الارض على اعضاء مخصوصة على قصد التطهير[2] اھ

اقول: وقيد الطاهر يستفاد من قصد التطهير قال وفيه نظر لانه لايشترط ان يستعمل الجزء على الاعضاء حتى يجوز بالحجر الاملس[3] اھ وتبعه على هذا الايراد غير واحد ولاجل هذا جعل في

("پاک کرنے کیلئے") صعید طاہر کا قصد کرنا) تطہیر سے مراد وہی ہے جو معروف و معلوم ہے یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔ اب معنٰی یہ ہُوا کہ تیمّم یہ ہے کہ "پاک سطح زمین کا قصد کرکے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرے"۔ یہی پُوری بات قرآن کریم نے بھی افادہ فرمائی ہے "پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔ ہاں قرآن کریم کے بیان میں وہ خامی نہیں جو اس تعریف میں ہے وہ یہ کہ اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد اور تطہیر و مسح سبھی تیمّم کا رکن ہیں (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قصد رکن نہیں شرط ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

تعریف دوم: جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جس کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: "جنس زمین کا' دو خاص عضووں میں، تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا"۔ امام زیلعی نے حضرات علماء سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وہ یہ ہیں "زمین کے کسی جز کا، خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادہ سے استعمال کرنا اھ (ت) **میں کہتا ہوں** (اس تعریف میں صراحۃً صعید طاہر یا جزوطاہر کا ذکر نہیں مگر) طاہر کی قید "قصد تطہیر" کے لفظ سے مستفاد ہو جاتی ہے (کیونکہ غیر طاہر سے تطہیر ممکن نہیں) امام زیلعی نے فرمایا: "اس تعریف میں نظر ہے اس لئے کہ تیمّم کے اندر اعضاء پر

---

[1] حاشیۃ الدرر لمولٰی عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/ ۳۶

[3] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/ ۳۶

الجوھرۃ التعریف الاوّل اصح حیث قال التیمم استعمال جزء من الارض طاھر فی محل التیمم وقیل القصد الی الصعید للتطھیر وھذا اصلح لان التیمم بالحجر یجوز[1] اھ۔

اقول: ولا دور فی لفظ الجوھرۃ فان محل التیمّم معروف عند الناس والمقصود بیان حقیقتہ الشرعیۃ وردہ الشرنبلالی فی غنیتہ بانہ وان کان اصح من الوجہ الذی ذکرہ لایخفی مافیہ من وجہ اٰخر وھو انہ جعل مدلولہ القصد المخصوص وقد علمت ماذکرہ الکمال[2] اھ فقد سلم تزییف الثانی وان نازع فی تصحیح الاول واجاب العلامۃ ابن کمال باشا فی الایضاح وتبعہ فی الدر وغیرہ۔

بان المراد من الاستعمال مایعم

جزوزمین کا استعمال شرط نہیں، چکنے پتھّر سے بھی تیمّم جائز ہے۔" اس اعتراض پر متعدد حضرات نے ان کا اتباع کیا، اور اسی لئے جوہرہ نیرہ میں تعریف اول کو "اصح" قرار دیا۔ جوہرہ میں یہ ہے: تیمّم، زمین کے کسی پاک جُز کو محلِ تیمّم میں استعمال کرنا اور کہا گیا کہ: تطہیر کے لئے صعید (سطحِ زمین) کا قصد کرنا۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ پتھر سے بھی تیمّم جائز ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں جوہرہ کی عبارت میں دور نہیں اس لئے کہ محلِ تیمّم لوگوں کے نزدیک معروف ہے، اور تعریف سے اس کی شرعی حقیقت بیان کرنا مقصود ہے۔ جوہرہ میں مذکور دوسری تعریف پر شرنبلالی نے اپنی غنیہ میں یوں رَد کیا ہے کہ: یہ اگرچہ اس لحاظ سے اصح ہے جسے جوہرہ نے ذکر کیا لیکن ایک دوسری جہت سے اس میں جو خامی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس تعریف میں تیمّم کا مدلول، قصد مخصوص کو قرار دیا ہے، اور اس پر کمال ابن ہمام نے جو اعتراض ذکر کیا ہے وہ معلوم ہے اھ (وہ یہ کہ قصد شرط ہے رُکن نہیں) تو جوہرہ کی تعریف ثانی پر جو تردید ہے شرنبلالی نے اسے تسلیم کیا ہے اگرچہ انہوں نے اس کی تعریف اول کی تصحیح سے بھی اختلاف کیا ہے۔ ہماری نقل کردہ تعریفِ دوم پر جو اعتراض ہے علامہ ابن کمال پاشا نے ایضاح میں اس کا جواب دیا جو دُرمختار وغیرہ میں بھی ان کے اتباع میں مذکور ہے۔ (ت)

وہ یہ کہ "استعمال سے مراد وہ ہے جو

---

[1] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر لملّا خسرو مکتبہ کاملیہ بیروت ۱/ ۲۹

الحکمی فیوجد فی التیمّم بالحجر الاملس[1] اھ۔

اقول: (۱) واغرب الرومی فی حواشی الدرر فقال بعد ذکرہ ھذا اذا کان المراد بالصعید التراب اما اذا کان بمعنی وجه الارض فیشمل الحجر الاملس کما لایخفی[2] اھ فکانه فھم ان الاخذ علی لفظ الصعید انه التراب ولایشترط بل یجوزبالحجر فاجیب بانه تراب حکما ولایخفی علیك مافیه من البعد البعید عن فھم المرام واجاب النھر بوجه اُخر فقال یمکن ان یقال ان التیمم بالاملس فیه استعمال جزء من الارض[3] اھ نقله السید ابو السعود الازھری وھو مأل مافی مجمع الانھر اذ قال یمکن ان یجاب بان یراد من الجزء الجزء الحاصل من الارض والحجر ایضا من الارض والمراد باستعماله استعماله المعتبر شرعا تدبر[4] اھ وتبعه اعنی النھر ط فقال علی قول الدر استعماله حقیقة اوحکما لیعم التیّمم بالحجر الاملس مانصه۔

استعمال حکمی کو بھی شامل ہو اور یہ چکنے پتھّر سے تیمّم میں بھی موجود ہے۔ اھ (ت)

میں کہتا ہوں فاضل رومی نے حاشیہ درر میں عجیب بات کی، اعتراض مذکور لکھنے کے بعد یہ کہا کہ "یہ اعتراض اس وقت ہوگا جب صعید سے مراد مٹّی ہو، لیکن جب صعید بمعنی رُوئے زمین ہو تو یہ چکنے پتھّر کو بھی شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے اھ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ لفظِ "صعید" پر گرفت کی گئ ہے کہ صعید تو مٹّی کو کہتے ہیں، اور تیمّم کے لئے مٹّی کا ہونا شرط نہیں بلالکہ پتھّر سے بھی جائز ہے پھر اس کے جواب میں کہا گیا کہ پتھّر بھی مٹّی کے حکم میں ہے"۔ یہ سب باتیں فہم مقصد سے جس قدر بعید تر ہیں مخفی نہیں۔ اعتراض بالا کا النہرالفائق میں دوسری طرح جواب دیا ہے، فرمایا ہے "کہا جاسکتا ہے کہ چکنے پتھّر سے تیمّم کرنے میں بھی زمین کے ایک جُزر کا استعمال ہوتا ہے اھ"۔ اسے سید ابوالسعود ازہری نے نقل کیا۔ یہی اس جواب کا بھی مآل ہے جو مجمع الانہر میں ہے۔ اس میں یوں فرمایا ہے: "جواب دیا جاسکتا ہے کہ جُزر سے مراد زمین سے حاصل ہونے والا جز ہے اور پتھّر بھی زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور استعمال سے

---

[1] حاشیہ درر لمولٰنا عبدالحلیم مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۲۵

[2] حاشیہ درر لمولٰنا عبدالحلیم مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۲۵

[3] فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

[4] مجمع الانہر باب التیمم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷

جواب عن سؤال حاصله انه یجوز التیمم علی الحجر الاملس ولااستعمال فیه وحاصل الجواب انه وجد الاستعمال الحکمی بوضع الیدین علیه و ظاهر ما فی النھر ان الاستعمال فیه حقیقی بذلك الوضع لاحکمی و علیه فلا حاجة الی زیادة او حکما[1] اھ

واوضحه ش فقال لایخفی ان الحجر الاملس جزء من الارض استعمل فی العضوین للتطھیر اذلیس المراد بالاستعمال اخذ جزء منھا بل جعله اٰلة للتطھیر و علیه فھو استعمال حقیقة و ھو ظاھر کلام النھر فلاحاجة الٰی قوله او حکما کماافاده ط اھ[2]۔

اقول: (۱) لایرتاب احد انك اذاعمدت الی حجر املس فوضعت کفیك علیه ثم مسحت بھما وجھك وذراعیك فقد استعملت الحجر فی التطھیر لکن اذا قیل

وہ استعمال مراد ہے جس کا شریعت میں اعتبار ہے غور کرواھ اور طحطاوی نے نہر کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے دُرمختار کی عبارت "استعماله حقیقةً اوحکمًا لیعم التیمم بالحجر الاملس" (اس کا حقیقةً استعمال ہو یا حکمًا تاکہ چِکنے پتھّر سے تیمّم کو بھی شامل رہے) کے تحت یہ لکھا ہے: "یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ حاصل سوال یہ ہے کہ تیمّم تو چِکنے پتھّر پر بھی جائز ہے اور اس میں اس کا استعمال نہیں پایا جاتا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس پر ہاتھوں کے رکھنے سے حکمی استعمال پالیا گیا۔ اور نہر فائق کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں کے رکھنے کی وجہ سے حکمی نہیں حقیقی استعمال موجود ہے اور جب یہ بات ہے تو "اوحکمًا" بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں اھ۔ (ت)

شامی نے اسے واضح کرکے یوں فرمایا: "ظاہر ہے کہ چِکنا پتھّر زمین کا ایک جُزہے جو تطہیر کیلئے دونوں اعضاء میں استعمال ہوا، کیونکہ استعمال سے یہ مراد نہیں کہ اس کے کسی جُز کو لے لیا جائے بلالکہ یہ مراد ہے کہ اس کو آلہ تطہیر بنایا جائے۔ اور جب یہ بات ہے تو مذکورہ استعمال، حقیقةً استعمال ہے اور یہی عبارتِ نہر کا ظاہر ہے تو لفظ "اوحکما" کی کوئی ضرو رت نہیں، جیسا کہ طحاوی نے افادہ فرمایا اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس میں کسی کو شک نہ ہوگا کہ جب کسی نے چِکنے پتھّر کا قصد کرکے اس پر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو رکھا پھر ان سے اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح کیا تو تطہیر کے کام میں پتھّر کو

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم بیروت ۱۲۲/۱

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ۱۶۷/۱

استعمال جزء من الارض فی العضوین اوعلی العضوین کما ھوالفاظھم لم یتبادر منه الامساس العضوین بجزء من الارض الا (۱) تری ان السید ط فسر استعماله بقوله ھو المسح علی الوجه والیدین [1]اھ وذکر مثله غیرہ (۲)بل قال العلامة ش نفسه بعید ھذا الاستعمال ھو المسح المخصوص للوجه والیدین [2]اھ ولاشك ان مسح العضوین بجزء من الارض لایقع فی نحو الحجر الاملس وکل ما لا یلتزق شیئ منه بالکفین انما الواقع فیه امساسھا بکفین امستا بالجزء فلم یستعمل الجزء فیھما وعلیھما الابالواسطة وھذا معنی استعماله الحکمی۔

(۲) اما جعله اٰلة للتطھیر فکلام مجمل خفی لا یحصل به التعریف فانه باطلاقه یشمل ماذا ذرالتراب علی وجھه وذراعیه بنیة التطھیر فقد جعله اٰلة له ولایصیر متیمّما مالم یمسح بیدیه علی وجھه وذراعیه بنیة التطھیر بعد وقوع التراب علیھا والمسألة

استعمال کیا۔ لیکن جب یہ کہا جائے کہ "زمین کے کسی جز کو" دونوں اعضاء میں" یا" دونوں عضووں پر" استعمال کرنا جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں میں ہے، تو اس سے ذہن اسی بات کی طرف جائے گا کہ دونوں عضووں کا زمین کے کسی جز کو مس کرنا۔ دیکھ لو سید طحطاوی نے استعمال کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: "وہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے اھ "اسی کے مثل دوسرے حضرات نے بھی ذکر کیا ہے، بلکہ خود علامہ شامی نے اس استعمال کے کچھ بعد یہ کہا ہے: "وہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مخصوص مسح ہے۔ اھ اور اس میں شک نہیں کہ چکنے پتھر میں اور ہر ایسی چیز میں جس سے ہتھیلیوں میں کچھ بھی چپک نہ پائے دونوں عضووں کا جزو زمین سے مسح نہ پایا جائے گا اس میں بس دونوں اعضاء پر جزو زمین کا استعمال بالواسطہ ہی ہوا، اور یہی استعمال حکمی کا معنی ہے۔ (ت)

اور وہ معنی جو علامہ شامی نے بتایا کہ جزو زمین کو آلہ تطہیر بنانا تو یہ مجمل وخفی کلام ہے جس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی۔ اسے مطلق رکھا جائے تو یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب آدمی مٹّی اپنے چہرے اور کلائیوں پر تطہیر کی نیت سے چھڑک لے اُس نے جزوِ زمین کو آلہ تطہیر تو بنالیا مگر تیمّم کرنیوالا نہ ہوگا جب تک کہ چہرے اور کلائیوں پر مٹّی پڑنے

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم بیروت ۱/۱۲۴

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۷

مخصوص علیها فی المعتمدات کالخانیة والخلاصة وخزانة المفتین والایضاح و الجوهرة وغیرها ستأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ثم اقول: بل التحقیق عندی ان الاستعمال هو المسح کما فسره السیدان ط وش وهو حقیقة التیمم کما حققه المحقق حیث اطلق فلابد من وجوده حقیقة بالمعنی الذی سنحققه ان شاء اللہ تعالیٰ فلا یکفی الاستعمال الحکمی والا لم یکن تیمما حقیقة لان الحقیقة الرکن حقیقة۔ (۱) بل الصعید هو المنقسم الی الحقیقی وهو جزء من جنس الارض (۲) والحکمی وهو الکف الذی امس به علی نیة التطهیر فان الشرع المطهر امرنا ان نمسح وجوهنا وایدینا منه وارشدناه الی صفته بان نضع الاکف علیه فنمسح بها من (۳) دون حاجة الی ان یلتزق بها شیئ منه بل سن لنا ان ننفضها ان لزق حتی یتناثر فعلم ان الجزء الملتزق ساقط الاعتبار بل مطلوب التجنب فما هو الا ان الکفین بوضعهما المنوی یورثهما الصعید صفة التطهیر فیقومان ویفید ان

کے بعد ان پر بہ نیتِ تطہیر ہاتھوں سے مسح نہ کرے۔ اس مسئلہ پر کتبِ معتمدہ خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، ایضاح، جوہرہ وغیرہا میں نص وتصریح موجود ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اس کا ذکر بھی آئیگا۔ (ت)

ثم اقول: بلالکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ استعمال وہی مسح کرنا ہے جیسا کہ حضرات طحطاوی وشامی نے تفسیر کی۔ اور یہی تیمّم کی حقیقت ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے اس نے تحقیق کی۔ تو اس کا وجود حقیقۃً۔ اس معنی میں جس کی اِن شاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب تحقیق کررہے ہیں، ضروری ہے اور حکمی استعمال کافی نہ ہوگا، ورنہ حقیقۃً تیمّم کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حقیقت وماہیت تو وہی ہے جو حقیقۃً رکن ہو۔ (ت) بلالکہ (تحقیق یہ ہے کہ) صعید ہی کی دو ۲ قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی۔ حقیقی، جنس زمین کا کوئی جز ہے، اور حکمی، وہ ہتھیلی ہے جو جنسِ زمین سے بہ نیت تطہیر مس کی گئی۔ اس لئے کہ شرع مطہر نے ہمیں یہ حکم دیا کہ اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کریں۔ اور ہمیں اس کا طریقہ یہ بتایا کہ اس پر اپنی ہتھیلیوں کو رکھیں پھر ان سے مسح کرلیں، اس کی ضرورت نہیں کہ ان میں جنسِ زمین سے کچھ چپک جائے، بلالکہ ہمارے لئے مسنون یہ ہے کہ اگر کُچھ لگ جائے تو ہتھیلیوں کو جھاڑ دیں تاکہ گردوغبار جھڑ جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جنس زمین کا وہ جُز جو ہتھیلیوں سے چپک جاتا ہے ساقط الاعتبار

حکمه فهما الصعید الحکمی حکما من ربنا تبارك وتعالٰی غیر معقول المعنی۔ قال الامام ملك العلماء فی البدائع قال ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه یجوز التیمم بکل ماهو من جنس الارض التزق بیده شیئ او لا وقال محمد رحمه الله تعالٰی لایجوز الا اذا التزق بیده شیئ من اجزائه فالاصل عنده انه لابد من استعمال جزء من الصعید ولایکون ذلك الا بان یلتزق بیده شیئ وعند ابی حنیفة هذا لیس بشرط وانما الشرط مس وجه الارض بالیدین وامرارهما علی العضوین وجه قول محمد ان المامور به استعمال الصعید وذلك بان یلتزق بیده شیئ منه ولابی حنیفة ان المامور به هو التیمم بالصعید مطلقًا من غیر شرط الالتزاق ولایجوز تقیید المطلق الابدلیل وقوله الاستعمال شرط ممنوع لان (۱) ذلك یؤدی الی التغیر الذی هو شبیه المثلة وعلامة اهل النار ولهذا امر بنفض الیدین بل الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین

ہے بلالکہ اس سے بچنا مطلوب ہے۔ تو یہی ہوا کہ نیت کے ساتھ دونوں ہتھیلیاں جب جنس زمین پر رکھ دی جاتی ہیں تو ان دونوں کے اندر جنس زمین تطہیر کی صفت پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں اس کے قائم مقام ہو جاتی ہیں اور اسی کے حکم کا افادہ کرتی ہیں۔ اس لئے یہی دونوں صعید حکمی ہیں۔ یہ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کے حکم کی بنا پر ہے جس کا معنی عقل کی دسترس میں نہیں۔ (ت)

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا تیمّم ہر اس چیز سے جائز ہے جو جنس زمین سے ہو، ہاتھ اس سے کچھ لگے یا نہ لگے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک ہاتھ میں جنسِ زمین کے اجزاء سے کچھ لگ نہ جائے تیمّم جائز نہیں۔ تو ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ صعید کے کسی جز کا استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ رُوئے زمین ہاتھوں سے مس ہو اور ان دونوں کو دونوں عضو پر پھیر لیا جائے۔ امام محمد کے قول کی دلیل یہ ہے کہ مامور بہ، جنس ارض کا استعمال ہے اور وہ اسی طرح ہوگا کہ اس میں سے ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مامور صرف اتنا ہے کہ صعید سے تیمّم کرو، ہاتھ سے چپکنے کی شرط نہیں۔ مامور بہ جب مطلق ہے تو اسے بلادلیل مقید کرنا، جائز نہیں۔ اور ان کا یہ قول کہ استعمال شرط ہے تسلیم نہیں اس لئے کہ یہ چہرہ کی تغیر وتبدیل کا باعث ہوگا جو مُثلہ کے مشابہ اور اہل جہنّم کی نشانی ہے اسی لئے ہاتھوں کو جھاڑ دینے

تعبدا غیر معقول المعنی لحکمة استأثر اللّٰه تعالٰی بعلمه [1] اھ قول الکافی ان استعمال التراب مثلة کل ذلك یفیدك ماھو المراد من الاستعمال لامجرد جعله اٰلة للتطھیر۔ وفی کافی الامام النسفی الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لااستعمال التراب لان استعمال التراب مثلة [2] اھ (ا) فانظر الی قول البدائع فی بیان قول محمد ان استعمال جزء من الصعید لایکون الابان یلتزق بیدہ شیئ والی قوله فی بیان قول الامام ان الاستعمال یؤدی الی شبیه المثلة ومثله واذا کان الاستعمال ھو المسح المأموربه والامر ورد بمسح العضوین من الصعید ولابمسح العضوین من الصعید ولایمسح به الا الکفان ثم بھما یمسح الوجه والذراعان تبین لك انقسام الصعید الی الحقیقی والحکمی وقصر الاستعمال مطلقًا علی الحکمی فھذا غایة التحقیق وباللّٰه التوفیق* وله الحمد کما

کا حکم ہے بلالکہ شرط یہ ہے کہ روئے زمین پر لگاتے ہوئے ہاتھ کو چہرے اور ہاتھوں سے مس کردیا جائے بطور عبادت اس کا مکلّف بنایا ہے جس کا معنی عقل کی دریافت میں نہیں۔ یہ حکم کسی ایسی حکمت کی بنا پر ہے جس کا علم خدا تعالٰی کو ہے اھ (ت) اور کافی امام نسفی میں ہے: واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جاچکی ہے اس سے مسح کرلیا جائے، مٹّی کا استعمال واجب نہیں، کیونکہ مٹّی کا استعمال مُثلہ ہوگا اھ بدائع کے الفاظ پر غور کیا جائے، قول امام محمد کے بیان میں ہے: "صعید کے کسی جُز کا استعمال اسی طرح ہوگا کہ اس سے ہاتھ میں کچھ چپک جائے"۔ قول امام اعظم کے بیان میں ہے: "استعمال مشابہ مثلہ ہونے کا باعث ہوگا۔" اسی طرح کافی کے یہ الفاظ دیکھے جائیں: "مٹّی کا استعمال مثلہ ہے"۔ ان سب کو دیکھنے سے استعمال کی مراد معلوم ہوجائے گی اور ظاہر ہوجائے گا استعمال صرف آلہ تطہیر بنانے کا نام نہیں۔ (ت) جب یہ ثابت ہوگیا کہ استعمال وہی مسح ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ دونوں عضووں کا صعید سے مسح کیا جائے۔ اور صعید سے صرف دونوں ہتھیلیوں کا مسح ہوتا ہے پھر ان دونوں سے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح ہوتا ہے اس سے یہ واضح ہوگیا کہ استعمال تو اپنے حکمی معنی پر ہی محدود ہے اور صعید حقیقی و حکمی دو قسموں کی طرف

---

[1] بدائع الصنائع باب ماتیمم بہ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۴

[2] کافی شرح وافی

ینبغی لہ و یلیق*

الوجہ الثالث: قال شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی التمرتاشی رحمہ اللہ تعالٰی فی التنویر ھو قصد صعید مطھر واستعمالہ بصفة مخصوصة لاقامة القربة[1] قال ش المصنف ذکر التعریفین المنقولین عن المشائخ والظاھر انہ قصد جعلھما تعریفا واحدا ثم ذکر ماقدمنا عنہ من اخذ المعنی اللغوی فی الشرعی وانہ لابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی قال ولما کان الاستعمال وھو المسح المخصوص للوجہ والیدین من تمام الحقیقة الشرعیة ذکرہ مع القصد تتمیما للتعریف فاغتنم ھذا التحریر المنیف[2] اھ

اقول: (۱) لاشك ان المصنف رحمہ اللہ تعالٰی یرید حدا واحد التیمم ولیس ھذا محل الاستظھار (۲) غیر انك قد علمت مافی جعل القصد من الحقیقة فلا یصح ان المسح من تمام الحقیقة وانہ ضمہ الی القصد تتمیما للتعریف وباللہ التوفیق

منقسم ہے۔ یہ انتہائے تحقیق ہے اور خدا ہی کی توفیق ہے اور اسی کیلئے حمد ہے جیسا کہ اس کیلئے لائق ومناسب ہے۔ (ت)

تعریف سوم: شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزّی تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر الابصار میں فرمایا: "تیمّم، پاک کرنے والی سطح زمین کا قصد کرنا اور اسے قربت کی ادائیگی کیلئے مخصوص طریقہ پر استعمال کرنا"۔ شامی فرماتے ہیں: "مصنف نے مشائخ سے منقول دونوں تعریفیں ذکر کردیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ دونوں کو ایک تعریف بنانا چاہتے ہیں۔" پھر علّامہ شامی نے وہ لکھا ہے جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا یعنی شرعی تعریف میں لُغوی معنی کا ماخوذ ہونا، اور یہ کہ شرعی معنٰی کے ثبوت و تحقق کیلئے شرطوں کا بھی ذکر ضروری ہے، فرمایا: "چونکہ استعمال۔ یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مخصوص مسح۔ تمام حقیقت شرعیہ ہے اس لئے تکمیل تعریف کیلئے قصد کے ساتھ اسے بھی ذکر کیا۔ اس عمدہ تحریر توضیح کو غنیمت سمجھو"۔ (ت)

اقول: مصنّف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بلاشبہ تیمّم کی ایک تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اسے صرف "ظاہر" کہنے کا یہ موقع نہیں۔ بلالکہ یہ یقینی بات ہے۔ ہاں "قصد" کو تیمّم کی حقیقت سے قرار دینے میں جو خرابی ہے وہ معلوم ہوچکی تو یہ درست نہیں کہ مسح تمام حقیقت سے ہے اور اسے قصد کے ساتھ اس لئے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[2] ردالمحتار باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۸

والتوقیف۔ ثم قد اعلمناك ان كلا التعريفين يشمل كلا الامرين وانما الفرق ان الاول يقول هو قصد الصعيد للاستعمال والثانی انه استعمال الصعيد مع القصد والثالث انه القصد والاستعمال وخير الامور اوساطها۔

الوجه الرابع: قال المحقق وتبعه البحر والشرنبلالی وابن الشلبی واُخرون الحق انه اسم لمسح الوجه واليدين عن الصعيد الطاهر والقصد شرط لانه النية[1] اھ

اقول: هو علی ما حققنا من معنی الاستعمال عين الثانی وان فارقه علی مازعم العلامة ش ان الاستعمال جعله اُلة التطهير (۱) والعجب من العلامة البحر تبع المحقق علی تصويب هذا وفيه التعبير بطاهر دون مطهر فاذا كان هذا هو الحق فلم الاخذ علی الكنز ولهذا

ذکر کردیا کہ تعریف کی تکمیل ہوجائے (قصد رکن تیمّم نہیں تو حقیقتِ تیمّم کے بیان میں اسے شامل کرنا بھی درست نہیں)۔ اور توفیق وآگاہی خدا ہی کی جانب سے ہے۔ (ت)

پھر ہم یہ بتا چکے کہ دونوں تعریفیں دونوں باتوں۔ قصد واستعمال پر مشتمل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی میں ہے: استعمال کیلئے صعید کا قصد کرنا۔ دوسری میں ہے: قصد کے ساتھ صعید کا استعمال کرنا۔ تیسری میں ہے کہ تیمّم قصد اور استعمال ہے۔ اور بہترین امور درمیانی ہے (تینوں میں سے دوسری تعریف کی عمدگی کی طرف اشارہ ہے ۱۲)

تعریف چہارم: محقق علی الاطلاق نے اور ان کی تبعیت میں بحر، شرنبلالی، ابن شلبی اور دوسرے حضرات نے فرمایا: "حق یہ ہے کہ تیمّم، پاک جنس سے چہرے اور ہاتھوں کے مسح کا نام ہے۔ اور قصد شرط ہے اس لئے کہ یہ تو نیت ہے"۔ اھ

اقول: ہم نے معنی استعمال کی جو تحقیق کی، اس کی بنیاد پر یہ تعریف بعینہٖ تعریف دوم ہے۔ اگرچہ علامہ شامی نے جو گمان کیا کہ استعمال آلہ تطہیر بنانے کا نام ہے اس کی بنیاد پر یہ تعریف دوم سے جداگانہ تعریف ہے۔ اس تعریف میں "طاہر" کا لفظ ہے "مطہّر" سے تعبیر نہیں۔ اس کے باوجود تعجب ہے کہ صاحبِ بحر نے بھی اسے درست قرار دینے پر محقق علی الاطلاق کی پیروی کرلی۔ جب یہی حق ہے تو کنز الدقائق کے طاہر وپاک سے تعبیر کرنے پر

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۶/۱

قال فی منحة الخالق کان علیه ان یقول المطهر کما سینبه علیه نفسه عند قوله المصنف بطاهر من جنس الارض[1] اھ

اقول: اخذ علی البحر لاتباعه له فی الفرق بین الطاهر من الارض والمطهر والحق ان الصواب مع الکنز والمتون والمحقق والجم الغفیر فانما کان علیه ان لایؤاخذ علی الکنز فی قوله بطاهر (۱) وعلیکم ان تؤاخذوا علی قوله ذلك لاھذا۔

الوجه الخامس: قال العلامة ابن کمال الوزیر فی ایضاح اصلاحه هو طهارة حاصلة باستعمال الصعید الطاهر فی عضوین مخصوصین علی قصد مخصوص[2] اھ وتبعه فی مجمع الانهر والیه یشیر قول البرجندی فی شرح النقایة التیمم فی اللغة القصد ثم نقل الی هذه الطهارة المخصوصة[3] اھ

اقول: (۲) الطهارة حکم التیمم والاثر المترتب علیه کما علی الوضوء ولیس الوضوء نفس الطهارة الاتری ان التیمم مامور به ولا یؤمر

انہوں نے مواخذہ کیوں فرمایا؟ اسی لئے علامہ شامی نے بحر رائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں فرمایا: "انہیں "مطہر" کہنا چاہئے تھا جیسا کہ خود شارح، مصنّف کی عبارت "بطاهر من جنس الارض" کے تحت اس پر تنبیہ کریں گے"۔

اقول: علّامہ شامی نے یہاں بحر پر مواخذہ کیا اس لئے کہ زمین طاہر اور زمین مطہر کی تفریق کے معاملہ میں شامی بھی بحر کے متبع ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ "طاہر" سے تعبیر میں کنزالدقائق، کتبِ متون، محقق علی الاطلاق اور علماء کی جماعت کثیرہ ہی صواب ودرستی پر ہیں۔ تو بحر پر لازم تھا کہ کنز کی عبارت "بطاهر" پر مواخذہ نہ کریں۔ اور علامہ شامی پر لازم تھا کہ بحر نے وہاں جو مؤاخذہ کیا ہے اس پر گرفت کریں اور یہاں مواخذہ نہ کیا تو اس پر گرفت نہ کریں۔

تعریف پنجم: علّامہ ابن کمال وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "تیمّم وہ طہارت ہے جو مخصوص ارادہ سے دو مخصوص عضووں پر پاک رُوئے زمین کے استعمال سے حاصل ہو" اھ۔ مجمع الانہر میں بھی اسی کا اتباع کیا ہے، اور نقایہ کی شرح میں برجندی کی یہ عبارت بھی اسی جانب اشارہ کررہی ہے: "لغت میں تیمّم کا معنٰی قصد ہے پھر شریعت میں یہ لفظ اس مخصوص طہارت کیلئے منقول ہوا"۔ اھ

اقول: طہارت تو تیمّم کا حکم اور وہ اثر ہے جو اس پر مرتّب ہوتا ہے، جیسے یہی اثر وضو پر مرتب ہوتا ہے مگر وضو عین طہارت نہیں۔ دیکھیے کہ تیمّم مامور بہ ہے اور مکلّف کو اس کی بجا آوری اور اسے کرنے ہی کا تو حکم دیا جاتا ہے اور اسے کرنا وہی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۸

[2] ایضاح واصلاح للعلامہ وزیر ابن کمال

[3] شرح النقایۃ للبرجندی فصل التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ بالسرور ۱/۴۳

المکلف الابفعله وفعله هو الاستعمال ولیست الطهارة الحاصلة به فی شیئ من افعاله وهذا ظاهر جدا وخفاؤه علی مثل العلامة بعید۔

الوجه السادس: هو ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین [1] هذا نص صاحب الشرع صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه فقد اخرج الدارقطنی وقال رجاله کلهم ثقات [2] والحاکم وقال صحیح الاسناد [3] عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلّم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذرعین الی المرفقین [4] و رویاه هما والبیهقی فی الشعب من حدیث عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین [5] و روی من قول ابن عمر وصوبه الدارقطنی۔ وقال الامام ملك العلماء فی البدائع ذکر ابو یوسف فی الامالی

صعید کا استعمال ہے۔ اور اس استعمال سے حاصل ہونے والی طہارت مکلّف کا کوئی عمل اور فعل نہیں۔ یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جس کا علّامہ جیسی شخصیت پر مخفی رہ جانا بعید ہے۔

تعریف ششم: تیمّم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کیلئے۔ یہ صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پھر صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے۔ دارقطنی نے روایت کی اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اور حاکم نے روایت کی اور اسے صحیح الاسناد کہا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں سرکار نے فرمایا: "تیمّم ایک ضرب چہرے کیلئے ہے اور ایک ضرب کہنیوں تک کلائیوں کیلئے ہے"۔ اسے دارقطنی وحاکم نے، اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یوں روایت کیا: "تیمّم دو ۲ ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب ہاتھوں کیلئے کہنیوں تک"۔ حضرت ابن عمر کے قول کی حیثیت سے بھی یہ مروی ہے اور اسے دارقطنی نے درست کہا ہے۔ امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف نے امالی میں ذکر کیا کہ میں نے

---

[1] سنن الدارقطنی باب التیمم مدینہ منورہ حجاز ۱۸۱/۱

[2] سنن الدارقطنی باب التیمم مدینہ منورہ حجاز ۱۸۱/۱

[3] نصب الرایۃ باب التیمم المکتبۃ الاسلامیہ ۱۵۱/۱

[4] سنن الدارقطنی باب التیمم مدینہ منورہ حجاز ۱۸۱/۱

[5] سنن الدارقطنی باب التیمم مدینہ منورہ حجاز ۱۸۰/۱

قال سألت اباحنیفة عن التیمم فقال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین قلت له کیف هو فضرب بیده علی الارض فاقبل عـه بهما وادبر ثمّ	امام ابوحنیفہ سے تیمّم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: " تیمّم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب ہاتھوں کیلئے کہنیوں تک"۔ میں نے عرض کیا کہ تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا، انہیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا، پھر

عــه: قال فی التبیین کیفیته (۱) ان یضرب بیدیه علی الارض یقبل بهما ویدبر ثم یرفعهما وینفضهما[1] الخ قال ابن الشلبی عن یحیٰی ای یحرکهما بعد انصرف اماما وخلفا مبالغة فی ایصال التراب الی اثناء الاصابع وان کان الضرب اولی من الوضع[2] اھ

اقول: (۲) لیس هذا محل ان الوصلیة بل محل لذا ای ولاجل هذه المبالغة کان الضرب اولی الا ان یقال المعنی انه یقبل ویدبر زیادة فی هذه المبالغة وان کانت تحصل بالضرب المرجح علی الوضع ثم تعلیل الاقبال والادبار بهذا عزاه فی الحلیة لبعضهم قال قال بعضهم انما یقبل بیدیه علی الارض ویدبر حتی یلتصق التراب بیدیه[3] اھ وله تعلیل اٰخر

تبیین الحقائق میں ہے: تیمّم کی کیفیت اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر آگے کرتے ہوئے پیچھے لاتے ہُوئے مارے پھر انہیں اٹھائے اور جھاڑ لے الخ۔ ابن شلبی نے یحیٰی سے نقل کرتے ہوئے کہا یعنی دونوں ہاتھوں کو مارنے کے بعد، انگلیوں کے درمیان مٹّی پہنچانے کے عمل میں مبالغہ کیلئے انہیں آگے اور پیچھے کو ہلائے۔ اگرچہ ضرب (ہاتھوں کو زمین پر مارنا) وضع (زمین پر صرف رکھنے) سے بہتر واولیٰ ہے اھ

اقول: یہ ان وصلیہ (اگرچہ) کا موقع نہیں بلاکہ لِذا (اسی لئے) کا موقع ہے (اگرچہ ضرب وضع سے اولیٰ ہے کہ بجائے کہنا چاہئے کہ اسی لئے ضرب وضع سے بہتر ہے ۱۲ محمد احمد) یعنی اسی مبالغہ کیلئے تو ضرب بہتر ہے۔ مگر ان کی طرف سے معذرت میں یہ کہا جائے کہ معنٰی یہ ہے کہ تیمّم کرنے والا ہاتھ آگے لے جائے گا اور پیچھے لائے گا تاکہ یہ مبالغہ زیادہ ہو اگرچہ نفس مبالغہ ضرب سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جو وضع پر ترجیح یافتہ ہے۔ ہاتھوں کو آگے بڑھانے پیچھے لانے کی یہ جو علّت بیان کی گئی ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] تبیین الحقائق وشلبی علی التبیین باب التیمم المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۳۸

[2] تبیین الحقائق وشلبی علی التبیین باب التیمم المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۳۸

[3] حلیہ

نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم اعاد كفيه على الصعيد ثانيا فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بذلك ظاهر الذراعين وباطنهما الى المرفقين [1] اھ	دونوں کو جھاڑا، پھر ان سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوسری بار ہتھیلیاں زمین پر لے جا کر انہیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا، پھر دونوں کو جھاڑا، پھر اس سے دونوں کلائیوں کے ظاہر و باطن کا، کہنیوں تک مسح کیا" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نقله ورده اذ قال اوجدناك عن الامالى ان ذلك بعد ضربهما على الارض فاندفع ماقيل انه قبل الضرب معللا اياه بقوله ليهيئ نفسه للتيمم [2] اھ اى يستحضر النية۔ (۱) **اقول:** وقضية التعليل الاول ان لايسن ذلك حيث لاتراب كالرخام مع انهم يطلقونه اطلاقا

بل له علة ثالثة ان شاء الله تعالٰى على ما **اقول:** وهو امساس كل جزء من الكف بالارض لان سطح الكف غير مستو فبمجرد الضرب يحصل المس لاجزاء الكف الناشرة دون الطافية فيقبل ويدبر لامساس الكل هذا يعم الكل والله تعالٰى اعلم ۱۲منه غفرله۔

(م)

اسے حلیہ میں بعض علما کی طرف منسوب کیا، اس میں یوں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ زمین پر ہاتھوں کو آگے لے جائے گا اور پیچھے لائیگا تاکہ مٹی ہاتھوں سے چپک جائے اھ

اور اس کی ایک دوسری تعلیل بھی ہے جسے حلیہ میں نقل کرکے رَد کردیا کیونکہ انہوں نے فرمایا ہم نے تمہیں امالی سے نقل کرکے دکھادیا کہ یہ کام ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کے بعد ہوگا تو وہ قول رَد ہوگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ضرب سے پہلے ہوگا اور اس کی علّت میں بتایا گیا کہ تاکہ اپنے کو تیمّم کیلئے تیار کرے اھ یعنی نیت مستحضر کرلے۔ **اقول:** پہلی تعلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں مٹی نہ ہو مثلاً سنگِ مرمر وہاں یہ مسنون نہ ہو حالانکہ اسے مطلقًا مسنون بتاتے ہیں۔ اقول بلالکہ اس کی علت ایک تیسری چیز ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ وہ یہ کہ ہتھیلی کا ہر جُز زمین سے مس کردیا جائے اس لئے کہ ہتھیلی کی سطح برابر نہیں ہے تو ہتھیلی کے ابھرے ہوئے اجزا کا مس ہونا تو ضرب ہی سے حاصل ہوجائے گا مگر دبے ہوئے اجزاء مس نہ ہوپائینگے تو ہاتھوں کو آگے پیچھے حرکت دے لے گا تاکہ ہر جز کو مس کردے یہ علت ایسی ہے جو (مٹّی پر تیمّم ہو یا سنگِ مرمر پر) سب کو عام ہے ۱۲منہ غفرلہ۔

(ترجمہ محمد احمد مصباحی)

---

[1] بدائع الصنائع کیفیۃ التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴٦/۱

[2] حلیہ

وهى عبارة مختصر القدورى والهداية والكافى والوقاية والنقاية والاصلاح من المتون وغيرما كتاب (۱) معتمد ولايخفى ان ظاهر مدلوله ركنية ضربتين وبه قال السيد الامام ابوشجاع واختاره الامام شمس الائمة الحلوانى وصححه فى الخلاصة وقال فى النصاب هذا استحسان وبه نأخذ وهو الاحوط [1] وفى الدر المختار هو الاصح الاحوط اه [2] وبه جزم الامام ناصرالدين وفى الظهيرية هوحسن وبه نأخذ [3] اه جواهر الفتاوٰى وبه جزم فى المنية وغيرها واقره فى الغنية وصرح انه احوط [4] وقال فى الحلية هوظاهر قول مالك فى المدونة وبه قال الشافعى فى الجديد واكثر العلماء لاحاديث صريحة به [5] اه۔ بل قال الامام ملك العلماء فى البدائع اماركنه فقال اصحابنا ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين [6] اه ثم ذكر مذاهب الامام مالك	التیمم ضربتان الخ یہی متون میں سے مختصر قدوری، ہدایہ، کافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح اور متعدد معتمد کتابوں کی عبارت ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ اس تعبیر کا ظاہر مدلول ومعنی یہی ہے کہ دونوں ضربیں تیمّم کا رکن ہیں، یہی سید امام ابو شجاع کا قول ہے، اسی کو امام شمس الائمہ حلوانی نے اختیار کیا، اسی کو خلاصہ میں صحیح کہا نصاب میں فرمایا کہ "یہ استحسان ہے اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی احوط ہے"۔ درمختار میں ہے: یہی اصح واحوط ہے۔ اسی پر امام ناصر الدین نے جزم کیا، ظہیریہ میں ہے: یہ عمدہ ہے اور اسی کو ہم لیتے ہیں "اھ۔ جواہر الفتاوٰی اور منیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، اور غنیہ میں اسے برقرار رکھا اور صراحت فرمائی کہ یہ احوط ہے۔ حلیہ میں کہا کہ: "یہی مدّونہ میں امام مالک کا ظاہر قول ہے یہی امام شافعی کا جدید قول ہے، اکثر علماء اسی کے قائل ہیں اس لئے کہ اس پر صریح حدیثیں وارد ہیں اھ۔ بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا: "لیکن اس کا رکن، تو ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہ دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب ہاتھوں کیلئے کہنیوں تک"۔ اھ پھر امام مالک،

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[3] فتاوٰی ظہیریہ

[4] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۳

[5] حلیہ

[6] بدائع الصنائع ارکان التیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵

والشافعی والزهری وابن ابی لیلی وابن سیرین وغیرهم وفی جمیعها ان التیمم ضربة اوضربتان اوثلاث فافاد اجماع ائمتنا الثلثة وهؤلاء جمیعا علی ان الضربة هی رکن التیمم انما اختلفوا فی عدده ومبلغها فی الیدین الی الرسغین اوالمرفقین اوالابطین۔

ونفاه الامام علی الاسبیجابی والامام فقیه النفس قاضیخان واختاره فی البزازیة وبه جزم فی نورالایضاح والامداد و رجحه فی شرح الوهبانیة ونص علیه ابن کمال وحققه المحقق فی الفتح وتبعه فی الحلیة والبحر اذ قال والذی یقتضیه النظر عدم اعتبار ضربة الارض من مسمّی التیممّ شرعا فان المأموربه المسح لیس غیر فی الکتاب قال تعالٰی فتیمّموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم فیحمل قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم التیمم ضربتان اما علی ارادة الاعم من المسحتین او انه خرج مخرج الغالب والله تعالٰی اعلم[1] اھ۔

باامام شافعی، زہری، ابن ابی لیلٰی، ابن سیرین وغیرہم کے مذاہب بیان کیے۔ سب میں یہ ہے کہ تیمّم ایک ضرب ہے، یا دو ضرب ہے، یا تین ضرب ہے۔ تو افادہ فرمایا کہ ہمارے تینوں ائمہ اور ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمّم کا رکن ہے۔ ان کا اختلاف ہے تو اس بارے میں کہ ضرب کی تعداد اور انتہا کیا ہے، ہاتھوں پر کہاں تک مسح کرنا ہے، گٹوں تک، یا کہنیوں تک، یا بغلوں تک۔ امام علی اسبیجابی اور امام فقیہ النفس قاضی خان نے ضرب کے رکنِ تیمّم ہونے کا انکار کیا، اسی مذہب کو بزازیہ میں اختیار کیا، اسی پر نورالایضاح اور امداد الفتاح میں جزم کیا اسی کو شرح وہبانیہ میں ترجیح دی، اسی کی ابنِ کمال نے تصریح کی اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی اور حلیہ وبحر میں ان کا اتباع کیا۔ انہوں نے فرمایا: نظر کا تقاضا یہی ہے کہ شرعا تیمّم کے معنی مسمّٰی میں زمین پر ضرب کا اعتبار نہ ہو، اس لئے کہ کتاب اللہ میں تو صرف مسح کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے: "تو پاک سطح زمین کا قصد کرکے اپنے چہروں کا مسح کرو، اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد" تیمّم دو۲ ضرب ہے" یا تو اس پر محمول ہوگا کہ یہ زمین پر دو ضرب ہونے یا عضو پر دوبار مسح ہونے سے اعم اور دونوں ہی کو شامل ہے، یا اس پر محمول ہوگا کہ ضرب والی صورت اکثر پائی جاتی ہے اس لئے یہ ارشاد بیان اکثر کے لحاظ سے وارد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر، باب التیمم، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۱۱۰

وذكروا ثمرة الاختلاف شيئين:

احدهما: لوضرب يديه على الارض فقبل ان يمسح احدث لايجوز المسح بتلك الضربة على القول الاول لانها ركن فصاركما لو احدث فى الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء قال فى الخلاصة الاصح انه لايستعمل ذلك التراب كذا اختاره الشيخ الامام شمس الائمة كمالو اعترض الحدث فى خلال الوضوء[1] اھ وقال القاضى الاسبيجابى يجوز كمن ملاء كفيه ماء فاحدث ثم استعمله[2] وبه جزم فى الخانية وخزانة المفتين قال اذا اراد ان يتيمّم فضرب ضربة واحدة ثم احدث فمسح بذلك التراب وجهه ثم ضرب ضربة اخرى لليدين الى المرفقين جاز[3] اھ وعزاه فى الخلاصة الى بعض نسخ الواقعات، ونقل تصحيحه فى جامع الرموز عن جامع المضمرات قائلا لواحدث قبل المسح لم يعد الضرب على الاصح كمافى المضمرات[4] اھ وقال فى البحر

ضرب کی رکنیت اور عدم رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ دو۲ باتیں بتائی گئی ہیں:

ایک یہ کہ اگر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر مسح کرنے سے پہلے حدث کیا تو قولِ اوّل پر اس ضرب سے مسح جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ضرب رکن ہے تو ایسا ہوا جیسے وضو کے دوران بعض اعضاء دھونے کے بعد حدث کیا خلاصہ میں ہے: "اصح یہ ہے کہ اس مٹّی کو استعمال نہ کرے۔ اسی طرح اس کو امام شمس الائمہ نے اختیار کیا جیسے درمیانِ وضو اگر حدث عارض ہو"اھ۔ اور قاضی اسبیجابی نے فرمایا کہ جائز ہے جیسے کسی نے ہتھیلیوں میں پانی بھر لیا پھر حدث کیا پھر اسی پانی کو استعمال کیا۔ اسی پر خانیہ اور خزانۃ المفتین میں جزم کیا۔ فرمایا: "جب تیمّم کا قصد کیا پھر ایک ضرب ماری پھر حدث کیا پھر اسی مٹّی سے اپنے چہرے کا مسح کیا، پھر دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے مسح کیلئے ماری تو جائز ہے"اھ اس پر خلاصہ میں واقعات کے بعض نسخوں کا حوالہ دیا ہے۔ اور جامع الرموز میں جامع المضمرات سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، عبارت یہ ہے: "اگر مسح سے پہلے حدث کیا تو قولِ اصح پر ضرب کا اعادہ نہیں جیسا کہ مضمرات میں ہے اھ"۔ اور البحر الرائق

---

[1] خلاصۃالفتاوٰی جنس فی نقض التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷

[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمالایجوزبہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

[4] جامع الرموز، باب التیمم، مطبعہ کریمیہ قزان ۱/۶۸

قد قدمنا انه (ا) لوامر غیره بان ییممه جاز بشرط ان ینوی الاٰمر فلوضرب المامور یده علی الارض بعد نیة الاٰمر ثم احدث الاٰمر قال فی التوشیح ینبغی ان یبطل بحدث الاٰمر علی قول ابی شجاع [1] اھ قال البحر وظاهره انه لایبطل بحدث المأمور لما ان المأمور اٰلة وضربه ضرب الاٰمر فالعبرة للاٰمر ولهذا اشترطنا نیته لانیة المأمور [2] اھ

والاٰخر اذا نوی بعد الضرب فمن جعله رکنا لم یعتبر النیة بعده ومن لم یجعله رکنا اعتبرها بعده کذافی السراج الوهاج [3] بحر۔

وههنا فروع جمة تشهد للقول الثانی ذکرت فی المعتمدات من دون اشارة الی خلاف فیها:

منهاؔ فی الفتح والبحر وغیرهما

میں ہے: ہم پہلے بیان کر چکے کہ اگر دوسرے کو حکم دیا کہ اسے تیمّم کرادے تو جائز ہے بشرطیکہ حکم دینے والا نیت کرلے۔ تو اگر مامور نے آمر کی نیت کے بعد زمین پر اپنا ہاتھ مارا پھر آمر کو حدث ہوا تو توشیح میں کہا ہے کہ اسے ابو شجاع کے قول پر آمر کے حدث سے باطل ہو جانا چاہئے اھ بحر میں فرمایا: اس عبارت کا ظاہر یہ ہوا کہ مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگا اس لئے کہ مامور آلہ وذریعہ ہے اور اس کی ضرب آمر ہی کی ضرب ہے تو اعتبار آمر کا ہوگا۔ اسی لئے ہم نے آمر (حکم دینے والے) کی نیت کی شرط رکھی۔ مامور کی نیت کی شرط نہ لگائی اھ۔

دُوسرا ثمرہ اختلاف یہ ہوگا کہ جب ضرب کے بعد تیمّم کی نیت کی تو جن لوگوں نے ضرب کو رکن قرار دیا ہے انہوں نے بعد کی نیت کا اعتبار نہ کیا۔ اور جن حضرات نے اسے رکن نہیں مانا ہے انہوں نے ضرب کے بعد پائی جانے والی نیت کا اعتبار کیا ہے السراج الوہاج میں ایسا ہی ہے۔ بحر

اس مقام پر ایسے بہت جزئیات وفروع ہیں جن سے قول دوم (عدمِ رکنیت ضرب) کی تائید اور شہادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ معتمد کتابوں میں مذکور ہیں اور کسی اختلاف کا کوئی اشارہ بھی نہیں۔ کچھ جزئیات یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

جزئیہ ۱: فتح القدیر اور بحر الرائق وغیرہما

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵/۱

[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵/۱

[3] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵/۱

(۱) صرحوا انه لو القت الريح الغبار علی وجهه ويديه فمسح بنية التيمم اجزاء وان لم يمسح لايجوز[1] اھ وفی الظهيرية ثم الهندية لواصاب الغبار وجهه ويديه فمسح به ناويا للتيمّم يجوز وان لم يمسح لا[2] اھ ومثله فی التبيين۔	میں ہے: "علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر آندھی سے اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر ان پر تیمّم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو کافی ہوگا اور اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمّم نہ ہوگا"۔ اھ اور ظہیریہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر اس پر تیمّم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو تیمّم ہو جائے گا اور اگر مسح نہ کیا تو نہ ہوگا" اھ۔ ایسا ہی تبیین میں بھی ہے
ومنها[٢] فی (۲) الخانية والخلاصة لوقام فی مهب الريح اوهدم الحائط فاصاب الغبار وجهه وذراعيه لم يجز حتی يمسح وينوی به التيمّم[3] اھ وفی الدرر كنس دار ا او هدم حائطا اوكال حنطة فاصاب وجهه وذراعيه غبار فمسح جاز حتی اذا لم يمسح لم يجز[4]	**جزئیہ ۲:** خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "اگر آندھی کی گزرگاہ میں کھڑا ہوا، یا دیوار ڈھائی غبار اس کے چہرے اور ہاتھوں پر لگ گیا جب تک تیمّم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمّم نہ ہوگا" اھ دُرَر میں ہے: "گھر میں جھاڑو دیا، یا دیوار گرائی، یا گیہوں ناپا اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا اس پر ہاتھ پھیر لیا تو تیمّم ہو گیا، نہ پھیرا تو نہ ہوا"۔
وقال العلامة الوزير فی ايضاح اصلاحه قدذكر فی كتاب الصلٰوة لوكنس دارا اوهدم حائطا اوكال حنطة فاصاب وجهه وذراعيه لم يجزه ذلك من التيمم حتی يمر يده عليه[5]۔	اور علّامہ وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "کتاب الصلوٰۃ میں ذکر ہے کہ اگر گھر میں جھاڑو دیا یا دیوار گرائی یا گیہوں ناپا غبار اُڑ کر چہرے اور ہاتھوں پر پڑ گیا جب تک اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمّم نہ ہوگا" اھ۔

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۱۱۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع من التیمم پشاور ۱/۲۷

[3] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

[4] درر حکام لملّا خسرو باب التیمم مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۳۱

[5] ایضاح واصلاح

ومنها۳ فی الخانیة والخلاصة والتاتارخانیة والحلیة (١) اذا اراد التیمم فتمعك فی التراب وذلك بجسده كله ان كان التراب اصاب وجهه وذراعیه وكفیه جاز وان لم یصب وجهه وذراعیه لم یجز[1]۔	**جزئیہ ۳:** خانیہ، خلاصہ، تاتارخانیہ اور حلیہ میں ہے: "جب تیمّم کا ارادہ کرکے خاک میں لوٹا اور اس سے سارے جسم کو ملا، اگر چہرے، کلائیوں اور ہتھیلیوں پر مٹّی پہنچ گئی تو تیمّم ہوگیا اور چہرے اور کلائیوں پر نہ پہنچی تو نہ ہوا" اھ۔
ومنها۴ فی (٢) الخلاصة لوادخل راسه فی موضع الغبار بنیة التیمّم یجوز[2]۔	**جزئیہ ۴:** خلاصہ میں ہے: "کسی غبار کی جگہ اپنا سر (اور دونوں ہاتھ) تیمّم کی نیت سے داخل کیا (جس سے منہ اور ہاتھوں پر غبار پھیل گیا) تو تیمّم ہوجائے گا"۔
ومنها۵ (٣) فیها لوانهدم الحائط فظهر الغبار فحرك راسه ینوی التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه[3]۔	**جزئیہ ۵:** اسی میں ہے: اگر دیوار گری جس سے گرد اٹھی اس میں اپنے سر کو تیمّم کی نیت سے حرکت دی تو تیمّم ہوگیا۔ تیمّم کرنے والے سے فعل کا وجود شرط ہے"۔
ومنها۶ (۴) فیها وفی الخانیة وخزانة المفتین لوذر الرجل علی وجهه ترابا لم یجز وان مسح ینوی به التیمم والغبار علیه جاز عند ابی حنیفة رضی الله عنه[4] اھ ای ومحمد خلافا لابی یوسف رحمهما الله تعالی فانه لایجیز التیمم بالغبار مع القدرة علی الصعید۔	**جزئیہ ۶:** اس میں اور خانیہ وخزانۃ المفتین میں ہے: "اگر آدمی نے اپنے چہرے پر مٹّی گرائی تو تیمّم نہ ہوگا اور غبار چہرے پر ابھی پڑا ہے بہ نیت تیمّم ہاتھ پھیر لیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تیمّم ہوجائے گا اھ"۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہوجائے گا امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک سطح زمین سے تیمّم پر قدرت ہوتے ہوئے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کیفیت التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

[3] خلاصۃ الفتاوٰی، نوع فیما یجوز بہ التیمم، نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۶

[4] خلاصۃ الفتاوٰی، نوع فیما یجوز بہ التیمم، نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۶

وفی الجوھرۃ النیرۃ قولہ یمسح اشارۃ الی انہ لوذر التراب علی وجھہ ولم یمسحہ لم یجز وقد نص علیہ فی الایضاح انہ لایجوز[1] اھ

ومنہا۷ ومنہا۸ فرعان فی وجیز الامام الکردری (۱) ذر علی المحل التراب فاصابہ غبارہ او (۲) ادخل المحل فی مثار الغبار فوصل بتحریك المحل جاز لا ان وقف فی المھب فثار الغبار علی المحل بنفسہ الا ان یمسح بھذا الغبار المحل[2] اھ

اقول: قولہ فوصل بتحریك المحل متعلق بکلتا مسئلتی الذر والادخال فالمعنی ذرفاصابہ غبارہ فحرك ینوی التیمّم جاز لوجود الصنع منہ کمانص علیہ فی مأخذہ الخلاصۃ (۳) ان الشرط وجود الفعل منہ واشار ھو الیہ بقولہ لاان ثار الغبار علی المحل بنفسہ وقد قدم قبلہ

غبار سے تیمّم جائز نہیں۔ جوہرہ نیرہ میں ہے: "**قولہ یمسح** (ان کی عبارت "ہاتھ پھیرے") میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چہرے پر گرد اڑائی اور ہاتھ نہ پھیرا تو تیمّم نہ ہوگا، اور ایضاح میں عدمِ جواز کی تصریح بھی موجود ہے "اھ۔

جزئیہ ۷، ۸: وجیز امام کردری میں دو ۲ جزیئے ہیں: " محل تیمّم پر گرد اڑائی، غبار اس پر گرا یا اعضائے تیمّم کو غبار اڑانے کی جگہ لے گیا اور ان اعضاء کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی تو تیمّم ہوجائے گا۔ لیکن اگر آندھی کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ غبار خود اُڑ کر اعضائے تیمّم پر پہنچا تو تیمّم نہ ہوگا مگر اس گرد کے ساتھ محلِ تیمّم پر ہاتھ پھیر لیا تو ہوجائے گا" اھ

اقول: ان کی عبارت "اعضا کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی" گرد اڑانے، اور گرد اڑانے کی جگہ اعضائے تیمّم کو داخل کرنے دونوں ہی مسئلوں سے متعلق ہے۔ تو معنٰی یہ ہوا کہ گرد اڑائی کہ غبار اسے لگا پھر اعضائے تیمّم کو بہ نیت تیمّم حرکت دی تو تیمّم ہوجائے گا کیونکہ خود اس کا عمل پالیا گیا۔ جیسا کہ اس کے ماخذ خلاصہ میں تصریح موجود ہے کہ خود اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ صاحبِ وجیز نے بھی اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ "اگر غبار خود سے اڑ کر اعضائے تیمّم پر پہنچا تو نہ ہوگا" اور اس سے

---

[1] جوہرہ نیرّہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۵/۱

[2] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیہ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷/۴

ان الشرط فی تحققه صنع منه خاص فی وصول التراب الی محله بالنیة و ان عدما او احدھما لا[1] اھ ومجرد الذر لیس ذلک الصنع المطلوب کما لیس به الذھاب الی قرب المشار والوقوف عنده بنیة التیمم فان ھذا الفعل سبب بعید لوصول التراب الی المحل والمأموربه ھو المسح وھو فعل بنفسه یقع الایصال والاتصال بین العضو والصعید واذ الوقوف فی المثار لم یعتبر مالم یحرک عضوه بنیة التیمم فان الغبار انما یصل الی العضو بنفسه بمیله الطبعی الی السفل فلایعتبر الذر بالاولی کما قدمنا التنصیص به عن المعتمدات فافھم وتثبت۔ بقی ان فرع ادخال المحل موضع الغبار مطلق فی الخلاصة وقیده البزازی بالوصول بتحریک المحل وفرع الذر مذکور فی الکتب باشتراط المسح وابدله البزازی بالتحریک فیکشف لک اُنفاً ان شاء اللّٰه تعالٰی منا شیئ الکلام ویوضع جناه المعلل علی طرف الثمام وبه یظھر جعلنا فرعی البزازیة غیر السادس والرابع

پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ کہ " تیمّم متحقق ہونے کے لئے محل تیمّم تک مٹّی پہنچنے میں نیت کے ساتھ خود اس کا خاص عمل پایا جانا شرط ہے۔ اگر دونوں چیزیں نہ ہوں یا ایک نہ ہو تو تیمّم نہ ہوگا" اھ۔ اور صرف اڑانا وہ فعل مطلوب نہیں، جیسے غبار اڑنے کی جگہ جانا اور وہاں تیمّم کی نیت سے ٹھہرنا وہ فعل مطلوب نہیں۔ اس لئے کہ یہ عمل، محلِ تیمّم تک مٹّی پہنچنے کا سبب بعید ہے۔ اور اسے جس فعل کا حکم دیا گیا ہے وہ مسح ہے، یہ ایسا فعل ہے کہ خود اسی سے مٹّی کا پہنچانا، اور عضو وصعید کے درمیان اتصال متحقق ہوتا ہے۔ اور جب بہ نیتِ تیمّم عضو کو حرکت دیے بغیر، غبار کی جگہ صرف کھڑے ہونے کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ غبار نیچے کی جانب اپنے میل طبعی کے باعث ازخود عضو تک پہنچتا ہے۔ تو غبار اڑانے کا اعتبار بدرجہ اولٰی نہ ہوگا۔ جیسا کہ متعدد کتابوں سے ہم اس کی تصریح پہلے نقل کرچکے۔ تو سمجھو اور ثابت رہو۔

یہ رہ گیا کہ غبار کی جگہ اعضائے تیمّم کو داخل کرنے کا مسئلہ خلاصہ میں مطلق ہے اور بزازیہ میں اعضائے تیمّم کو حرکت دینے سے گرد پہنچنے کی قید سے مقید ہے۔ اور گرد اڑانے والا مسئلہ کتابوں میں مسح کی شرط کے ساتھ مذکور ہے اور بزازیہ میں مسح کے بدلے حرکت دینے کا ذکر ہے۔ تو عنقریب ان کلاموں کا منشا منکشف ہوگا اور ان سے چُنا ہوا پھل سرراہ رکھ دیا جائے گا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ ہم نے بزازیہ میں ذکر شدہ دونوں جزیئے چھٹے اور چوتھے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۷

وباللّٰہ التوفیق۔

اقول: (۱) قد بان بطلان ما وقع للفاضل عبدالحلیم الرومی فی حاشیۃ الدرر اذقال بعد نقل مافی الخلاصۃ ان الشرط وجود الفعل منہ مانصہ اقول یظھر منہ انہ لوکال حنطۃ لیحصل التیمم بغبارہ کفی ان اصاب مواضع التیمم غبار کمالایخفی [1] اھ۔ وبہ حوّل الدرر حتی اذالم یمسح لم یجز الی ان المراد اذا عـــه لم یمسح عند عدم وجود فعل منہ بنیۃ التیمم والذر علی الاعضاء اذالم یصلح للاعتبار مالم یمسح اویحرک اعضاءہ فمابعد

جزیئے جسے الگ کیسے شمار کئے۔ و باللہ التوفیق۔

اقول: فاضل عبدالحلیم رومی نے حاشیہ درر میں خلاصہ کی عبارت "اس سے فعل پایا جانا شرط ہے" نقل کرنے کے بعد جو لکھا ہے اس کا غلط ہونا واضح ہوگیا، ان کی عبارت یہ ہے: "اقول: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے گیہوں اس لئے ناپا کہ اس کے غبار سے تیمّم ہوجائے تو یہ کافی ہے اگر تیمّم کی جگہوں پر غبار پہنچ گیا۔ یہ پوشیدہ نہیں"۔

اسی لئے فاضل رومی نے درر کی عبارت "**اذا لم یمسح لم یجز**" (ہاتھ نہ پھیرا تو تیمّم نہ ہوا) کو اس کے معنٰی سے پھیر کر یہ بنایا کہ: "مراد یہ ہے کہ بہ نیتِ تیمّم اس سے کوئی فعل نہ پائے جانے کی صورت میں جب ہاتھ نہ پھیرا (تو تیمّم نہ ہوا)"۔ جب اعضاء پر گرد اڑانا قابلِ اعتبار نہیں جب تک کہ ہاتھ پھیرے یا اعضاء کو

عـــه فانقلت تأویل لاتحویل

اقول: کلا لواراد ان یسلک بالشرح ھذا المسلک لقال اشار بذکر المسح الی کل فعل یوجد منہ بنیۃ التیمم لاان یقدر فی کلامہ قیدا لا اثر لہ فی الکلام ولا اشارۃ فافھم (م)

اگر کہا جائے کہ (یہ عبارت درر کی) تاویل ہے، تحویل (اصل معنٰی سے دوسرے معنی کی طرف پھیرنا) نہیں ہے۔

اقول: ہر گز نہیں۔ اگر وہ اس روش پر شرح کو چلانا چاہتے تو یوں کہتے: "مصنّف نے مسح کا ذکر کرکے ہر اس فعل کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس سے بہ قصد تیمّم پایا جائے"۔ ایسا نہ کرتے کہ ان کے کلام کے اندر ایک ایسی قید مان لیں جس کا ان کے کلام میں نہ کوئی نام ونشان ہے نہ ہی کوئی اشارہ **فافھم** (ت)

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۲۷/۱

الكيل والهدم والكنس من الاعتبار والله تعالى الموفق۔

ولله در امام المذهب في كتاب الصلاة اذا اتى بما فيه فعل له من الكنس والهدم والكيل ثم اطلق عدم الجواز مالم يمر يده عليه ارشادا الى ان هذه الافعال لاتكفي وان كانت بنية التيمّم مالم يوجد المسح اما ما قال الفاضل الخادمي على قول الدرر انه يوهم هذه الافعال انه لابد من كون الغبار اثر الفعل المتيمّم وليس كذلک[1] اھ اي للفرع المار القاء الريح الغبار والفرع الخامس انهدام الجدار۔

فاقول: هو فيه مصيب لان الدرر ذكر هذه الافعال في جانب الجواز فكان مشارا للتوهم ان الجواز مشروط بكون مايمسح به منه ثائرا بفعله بخلاف عبارة كتاب الصلاة ففيها ذكرها في جانب المنع فافادات تلك الفائدة العائدة

حرکت نہ دے تو گیہوں وغیرہ ناپنے، دیوار گرنے، جھاڑو دینے کا معتبر ہونا کس قدر بعید ہے۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ میں امام مذہب کی عبارت کیا ہی جامع کیا ہی خوب ہے انہوں نے جھاڑو دینا، دیوار گرانا، گیہوں ناپنا ذکر کیا جس میں خود تیمّم کرنے والے کا فعل پایا جاتا ہے پھر مطلق طور پر ذکر فرمادیا کہ تیمّم نہ ہوگا جب تک اس پر ہاتھ نہ گزارے تاکہ اس بات کی جانب رہنمائی ہو کہ جب تک ہاتھ پھیرنا نہ پایا جائے یہ افعال کافی نہیں اگرچہ بہ نیت تیمّم ہوں۔ فاضل خادمی نے دُرر کی عبارت پر لکھا کہ "یہ افعال اس بات کا وہم پیدا کرتے ہیں کہ غبار کو تیمّم کرنے والے کے کسی فعل کا نتیجہ واثر ہونا ضروری ہے۔ جبکہ ایسا نہیں" اھ۔ کیونکہ آندھی کے غبار ڈالنے کا جزئیہ اور دیوار گرنے سے متعلق پانچواں جزئیہ گزر چکا۔

فاقول: فاضل موصوف کا یہ کلام درست ہے اس لئے کہ درر میں یہ افعال جواز کے تحت مذکور ہیں جن سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس غبار سے مسح ہو وہ اس کے فعل سے اُڑا ہو مگر کتاب الصّلوٰۃ کی عبارت میں اس وہم کا موقع نہیں کیونکہ اس میں یہ افعال ممانعت کے تحت مذکور ہیں۔ اس لئے

---

[1] حاشیہ الدرر شرح غرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۲۸/۱

واللّٰه تعالٰی اعلم۔	وہ عبارت، مذکورہ عظیم فائدہ کی حامل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔
ومنها[٩] فی (١) المحيط ثم الهندية صورة التيمم بالغبار ان يضرب بيديه ثوبا اولبدا او وسادة اوماشبهها (٢) من الاعيان الطاهرةعـه التی عليها غبار فاذا وقع الغبار علی يديه تيمّم۔[1]	**جزئیہ ۹:** محیط پھر ہندیہ میں ہے: "غبار سے تیمّم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کوئی کپڑا یا گدّا یا تکیہ یا اسی طرح کی کوئی پاک چیز جس پر غبار پڑا ہوا ہو اس پر ہاتھ مارے جب ہاتھوں پر غبار آجائے تو اس سے تیمّم کرلے"۔
ومنها[١٠] فيهما قالا بعدما مر او ينفض ثوبه حتی يرتفع غباره فيرفع يديه فی الغبار فی الهواء فاذا وقع الغبار علی يديه تيمّم[2] اھ	**جزئیہ ۱۰:** محیط وہندیہ ہی میں، مذکورہ عبارت کے بعد ہے: "یا اپنے کپڑے کو اس طرح جھاڑے کہ غبار بلالند ہو پھر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلالند کرے جب اس کے ہاتھوں پر غبار پڑ جائے تو تیمّم کرلے"۔اھ

عـه **اقول:** انما يشترط طهارة الغبار دون مايقع عليه غير ان الغبار يتنجس بوقوعه علی نجس رطب اما اذا وقع بعد جفافه فلاباس كما ذكر بعد اسطرعن النهاية اذا تيمم بغبار الثوب[3] النجس لايجوز الا اذا وقع التراب بعدماجف الثوب اھ وذكره فی الحلية وقال اشار اليه فی التجنيس[4]اھ ١٢ منه غفرله (م)	**اقول:** صرف غبار کا پاک ہونا شرط ہے۔ جس چیز پر غبار پڑا ہو اس کا پاک ہونا شرط نہیں مگر یہ ہے کہ غبار کسی تر نجس چیز پر پڑنے سے نجس ہوجاتا ہے لیکن اس کے خشک ہونے کے بعد اس پر غبار پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ چند سطروں کے بعد نہایہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ: "اگر نجس کپڑے کے غبار سے تیمّم کرے تو نہ ہوگا مگر جب کپڑا خشک ہونے کے بعد گرد پڑی تو ہوجائے گا"۔ اھ اسے حلیہ میں بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرف تجنیس میں اشارہ موجود ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ، الباب الرابع فی التیمم، پشاور ، ۱/۲۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم ، پشاور ،۱/۲۷

[4] حلیہ

اقول: وماذکر اولا من الضرب بیدیه علی الثوب لیست الضربة المطلوبة وانما هی لاثارة الغبار والا لما احتاج الی وقوع الغبار علی یدیه فان الید اذا ضربت علی الصعید اکسبها صفة التطهیر فیمسح بها وان لم یلتزق بها شیئ منه وقد اوضح ذلک بالصورة الاخیرة المقتصرة علی نفض الثوب۔ ومنها ۱۱ (۱)فی الذخیرة ثم الهندیة لوشلت یداه یمسح یده علی الارض و وجهه علی الحائط ویجزیه[1] اھ **اقول:** وهذا ربما یعتل فیه بالضرورة فتکون الضربة رکنا محتمل السقوط کالقراء ۃ عن الاخرس فتلک عشرة کاملة لاضرب فیها مع صحة التیمم۔ فالمحقق حیث اطلق سلک فیها مسلکین اذقال بعد ذکر الفرع الاوّل یلزم فیها اما کونه قول	**اقول:** پہلے جو ذکر کیا کہ کپڑے پر اپنے ہاتھوں کو مارے یہ تیمّم کی ضربِ مطلوب نہیں یہ تو صرف اس لئے ہے کہ کپڑے سے غبار اُٹھے ورنہ ہاتھوں پر غبار پڑنے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ صعید پر جب بھی ہاتھ مارے تو وہ اس میں تطہیر کی صفت پیدا کردے گی پھر اس سے وہ مسح کرے گا اگرچہ ہاتھ پر کچھ بھی گرد وغبار نہ لگا ہو اس مقصد کو انہوں نے بعد والی صورت سے واضح کردیا ہے جس میں صرف کپڑے کو جھاڑنے کا ذکر ہے۔ **جزئیہ ۱۱:** ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر دونوں ہاتھ شل ہوگئے ہوں تو زمین پر ہاتھ اور دیوار پر چہرہ پھیرے اسی سے اس کا تیمّم ہوجائے گا"۔ اھ **اقول:** اس جزئیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے بغیر ضرب کے تیمّم ہوگیا تو ضرب ایک ایسا رکن ہے جو ساقط ہوسکتا ہے جیسے نماز کا رکنِ قراِت گونگے سے ساقط ہے۔ تو اس جزئیہ کو چھوڑ کر وہ پُورے دس جزئیے ہوئے جن میں ضرب نہ ہونے کے باوجود تیمّم صحیح ہونے کا حکم ہے۔ اِن سے متعلق محقق علی الاطلاق نے دو۲ طریقے اختیار کئے ہیں اس طرح کہ انہوں نے پہلے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: "اس میں لازم ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶/۱

من اخرج الضربة (ای عن مسمّی التیمّم) لاقول الکل واما اعتبار الضربة اعم من کونها علی الارض اوعلی العضو مسحا [1] اھ اقرہ فی الحلیة وخالفه فی البحر فقال بعد نقل کلامه اعلم ان الشرط وجود الفعل منه اعم من ان یکون مسحا اوضربا اوغیرہ فقد قال فی الخلاصة (فاثر کلامه فی الفرع الرابع والخامس) قال وھذا یعین ان ھذا الفروع مبنیة علی قول من اخرج الضربة من مسمّی التیمم اما من ادخلها فلایمکنه القول بها فیما نقلنا عن الخلاصة اذ لیس فیها ضرب اصلا لا علی الارض ولا علی العضو الا ان یقال مرادہ بالضرب الفعل منه اعم من کونه ضربا اوغیرہ وھو بعید کمالایخفی [2] اھ وتبعه اخوہ المحقق فی النهر والمدقق فی الدر فقالا المراد الضرب او ما یقوم مقامه ونظم الدر بضربتین ولومن غیرہ اومایقوم مقامها لما فی الخلاصة وغیرها	یہ صرف ان حضرات کا قول ہو جو ضرب کو حقیقتِ تیمّم سے خارج مانتے ہیں، سب کا قول نہ ہو۔ یا یہ مانا جائے کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا بطور مسح کے عضو پر ہو اھ" حلیہ میں اسے برقرار رکھا ہے اور بحر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ حضرت محقق کی عبارت نقل کرنے کے بعد یہ لکھا: "جاننا چاہیے کہ شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے چاہے مسح ہو یا ضرب ہو یا کچھ اور ہو، کیونکہ خلاصہ میں یہ کہا ہے: (اس کے بعد جزئیہ ۴ وجزئیہ ۵ نقل کیا اور کہا) اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہ جزئیات ان حضرات کے قول پر مبنی ہیں جو ضرب کو حقیقتِ تیمّم سے خارج مانتے ہیں، لیکن جو لوگ اسے داخلِ تیمّم مانتے ہیں وہ اس میں اس کے قائل نہیں ہو سکتے جسے ہم نے خلاصہ سے نقل کیا کیونکہ اس میں سرے سے ضرب کا وجود ہی نہیں نہ زمین پر نہ عضو پر۔ مگر یہ کہا جائے کہ ضرب سے ان کی مراد تیمّم کا عمل ہے خواہ ضرب ہو یا اور کچھ، تو ہو سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بعید ہے" اھ۔ ان کے برادر محقق نے النہر الفائق میں اور مدقق علائی نے دُرِ مختار میں ان کی پیروی کی ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا: "مراد یہ ہے کہ ضرب ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو"۔ اور درمختار کی عبارت یہ بھی ہے: " دو ضربوں سے، اگرچہ یہ دوسرے شخص سے صادر ہوں، یا ایسے فعل سے جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو کیونکہ خلاصہ وغیرہا

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکّھر ۱۱۰/۱

[2] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵/۱

لوحرک راسه او ادخله فی موضع الغبار بنیة التیمّم جاز والشرط وجود الفعل منه[1] اھ

اقول: (۱) والعجب ان السید ط قال فاشار الشارح بقوله اوما یقوم مقامهما الی اختیار ماقاله الکمال[2] اھ ثم قال علی قوله وجود الفعل منه اعم من ان یکون مسحا اوضربا اوغیره کمافی البحر[3] اھ فاین هذا مما اختار الکمال الا ان یقال ان المراد اختیار خروج الضرب عن مسمی التیمّم وان لم یتابع المحقق علی رکنیة المسح بخصوصه بل فعل مامنه کتحریک الرأس اوادخاله فی موضع الغبار ثم اعترض علی هذا ایضا بقوله وفیه انهم اکتفوا بتیمّم الغیر له ولافعل منه[4] اھ واجاب العلامة ش بان فعل غیره بامره

میں ہے کہ: "اگر تیمّم کی نیت سے اپنے سر کو حرکت دی یا اسے غبار کی جگہ داخل کیا تو جائز ہے اور شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے"۔ اھ

اقول: حیرت ہے کہ سید طحطاوی لکھتے ہیں کہ "شارح نے اپنی عبارت "اومایقوم مقامهما (یا وہ فعل جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو) سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا مختار وہ ہے جو کمال ابنِ ہمام نے فرمایا"۔ اھ۔ پھر شارح کی عبارت "وجود الفعل منہ" (اس سے فعل پایا جانا شرط ہے) کے تحت فرمایا: "عام اس سے کہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب ہو اور کچھ ہو جیسا کہ بحر رائق میں ہے"۔ اھ۔ تو یہ وہ کہاں رہا جو کمال ابن ہمام نے اختیار فرمایا! مگر یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ شارح نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ ضرب حقیقت تیمّم سے خارج ہے اگرچہ انہوں نے اس سلسلہ میں محقق علی الاطلاق کی متابعت نہیں کی ہے کہ "خاص مسح رکنِ تیمّم ہے" بلالکہ کوئی بھی فعل جو اس سے پالیا جائے جیسے سر کو حرکت دینا یا غبار کی جگہ داخل کرنا۔ پھر سید طحطاوی نے اس پر بھی یوں اعتراض کیا ہے: "اس میں یہ خامی ہے کہ دوسرے کا اسے تیمّم کرادینا بھی کافی مانا گیا ہے جب کہ خود اس کا کوئی فعل نہ پایا گیا" اھ ۔ علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس کے حکم سے دوسرے کا فعل خود اسی کے فعل کے

---

[1] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۲

[2] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۲

[3] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۲

[4] طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/ ۱۲۷

قائم مقام فعله فهو منه فی المعنی[1] اھ وقال قبله ای الشرط فی هذه الصورة وجود الفعل منه وهو المسح او التحریک وقد وجد فهو دلیل علی ان الضرب غیر لازم کما مر[2] اھ	قائم مقام ہے تو وہ معنیً اسی کا ہے" اھ۔ اور اس سے پہلے فرمایا کہ: "اس صورت میں" اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ وہ مسح ہے یا حرکت دینا۔ اور یہ پالیا گیا۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرب ضروری نہیں، جیسا کہ گزر چکا" اھ۔
اقول: (۱) ای خصوصیة لهذه الصورة فان الفعل منه موجود فی الضرب والمسح والتحریک والادخال جمیعا الا ان یرید بهذه الصورة ما اذا تیمّم بنفسه اما لو یمّمه غیره فلا یشترط وجود الفعل منه فح یکون هذا مسلکا اخر فی الجواب وکان اذن حقه ان یقول اونقول فعل غیره بامره الخ	**اقول:** اسی صورت کی کیا خصوصیت ہے فعل تو اس سے ضرب، مسح، اِدخال، تحریک سبھی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ اس صورت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب خود تیمّم کرے لیکن اگر اس کو کوئی اور تمیم کرائے تو فعل اس سے پایا جانا شرط نہیں۔ تب یہ جواب کا ایک دوسرا طریقہ ہوگا اور اِس وقت انہیں یوں کہنا چاہئے تھا: **اونقول فعل غیره بامره الخ** (یا ہم یہ کہیں کہ اس کے حکم سے دوسرے کا فعل)۔
اقول: وبقی ان یقول امره من فعله هکذا جری القیل والقال* وللعبد الضعیف لطف به مولاه اللطیف عدة ابحاث فی هذا المقال* ثم تحقیق وتوفیق یزول به الاشکال* بتوفیق الملک المهیمن المتعال*	**اقول:** اب بھی کہنے کی ایک بات رہ گئی، وہ یہ کہ اس کا حکم دینا ہی اس کا فعل ہے۔ اسی طرح یہاں قیل وقال جاری ہے۔ اس مقام پر بندہ ضعیف اب ۔لطیف اسے لطف سے نوازے۔ کی چند بحثیں ہیں پھر ایک ایسی تحقیق اور تطبیق ہے جس سے اشکال دُور ہوجاتا ہے۔ یہ سب خدائے بلالند ونگہبان کی توفیق سے ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ۱۷۴/۱

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفٰی البابی مصر ۱۷۴/۱

مباحث المصنّف	ابحاثِ مصنّف
فاقول: وبه استعين۔	**فاقول**: اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔
الاوّل احاديث كثيرة قولية وفعلية وردت بذكر الضرب فی التيمم بل هو المعهود فی جل ماجاء فی صفته ولولا خشية الاطالة لسردتها ولا اقول كما قال(۱) فی غاية البيان ان الضرب لم يذكر فی الاٰية ولافی سائر الاٰثار وانما جاء فی بعضها[1] اھ اراد به الاخذ علی قول الامام النسفی فی المستصفی انهم انما اختارو الفظ الضرب وانكان الوضع جائزا لما ان الاٰثار جاء ت بلفظ الضرب[2] اھ	**بحث۱**: بہت سی قولی و فعلی حدیثیں ہیں جن میں تیمّم کے اندر ضرب کا ذکر آیا ہے بلاالکہ کیفیتِ تیمّم سے متعلق بیشتر احادیث میں یہی معہود و معروف ہے اگر تطویل کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہاں ان تمام احادیث کو ذکر کرتا، اور میں اس طرح نہیں کہتا جیسے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ: "ضرب آیت میں مذکور نہیں، اور تمام آثار میں بھی نہیں، صرف بعض میں ہے" اھ اس سے انہوں نے المستصفی للامام النسفی کی درج ذیل عبارت پر گرفت کرنی چاہی ہے: اگرچہ وضع یعنی صعید پر ہاتھ رکھ کر تیمّم کرلینا بھی جائز ہے مگر ان حضرات کے لفظ ضرب اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ ضرب آثار واحادیث میں وارد ہے" اھ۔
ومن تتبع الاحاديث تبين له صدق كلام المستصفی فالاخذ لاوجه له وان اقره عليه البحر فهذا فی نفس ذكر الضرب امار كنيته فلا اعلم فيه حديثين صحيحين ولاحديثا واحدا صريحا فضلا عن احاديث فقول الحلية به قال اكثر العلماء لاحاديث صريحة به منها ماعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما (فذكر ماقدمنا	جو احادیث کی چھان بین کرے گا اس پر عیاں ہوجائیگا کہ مستصفی کی عبارت بجا ہے تو اس پر گرفت بلاوجہ اور بے جا ہے اگرچہ بحر میں بھی اس گرفت کو برقرار رکھا ہے۔ یہ احادیث میں ضرب کے صرف مذکور ہونے کی بات ہوئی اب یہ بات رہی کہ کیا احادیث میں اس کا رکن تیمّم ہونا بھی مذکور ہے؟ تو میرے علم میں تو اس بارے میں دو صحیح حدیثیں بلاالکہ ایک بھی صریح حدیث نہیں۔ احادیث ہونا تو دور کی بات ہے۔ اب حلیہ کا یہ اقتباس پڑھئے۔ فرماتے ہیں: "اکثر علماء رکنیت ضرب کے قائل ہیں اس لئے کہ اس بارے میں" صریح احادیث وارد ہیں انہی میں سے وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۱

[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۱

قال) رواہ الحاکم واثنی علیه ومنها ماعن عمار بن یاسر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا بضربتین واحدۃ للوجه ثم ضربة اخری للیدین الی المرفقین اخرجه البزار باسناد حسن[1] اھ

فیه اولا ان الحاکم لم یثن علیه بل سکت عن تصحیحه وعن تصحیح اسنادہ قال المحقق فی الفتح تبعا للامام الزیلعی المخرج سکت عنه الحاکم وقال لااعلم احدا اسندہ عن عبیداللّٰه غیر علی بن ظبیان وهو صدوق[2] اھ

اقول: (۱) الثناء علی(۲) الراوی لیس ثناء علی(۳) الروایة وکونه صادقا فی نفسه لاینافی کونه ضعیفا فی حدیثه کیف(۴) وقد تظافرت کلمات

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے (اس کے بعد وہ الفاظ حدیث ہیں جو پہلے ہم نے تعریف ششم کے بعد ہی ذکر کیے ہیں فرمایا)

اسے حاکم نے روایت کیا اور اس کی ستائش کی۔ اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، فرمایا: جب رخصت نازل ہوئی میں لوگوں کے درمیان موجود تھا، سرکار نے ہمیں دو ۲ ضربوں کا حکم دیا ایک چہرے کیلئے، پھر دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کیلئے۔ بزار نے اس حدیث کی بسندِ حسن تخریج کی اھ " اس عبارت میں حلیہ پر چند کلام ہیں:

اوّلا: حاکم نے اس کی ستائش نہ کی، اس کی تصحیح سے بلالکہ اس کی اسناد کی تصحیح سے بھی سکوت اختیار کیا۔ نصب الرایہ میں اس کی تخریج فرمانے والے امام زیلعی کی تبعیت میں محقق علی الاطلاق نے بھی فتح القدیر میں فرمایا: " حاکم نے اس سے سکوت اختیار کیا اور فرمایا کہ میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اس حدیث کو عبیداللہ سے مُسند روایت کیا ہو، سوائے علی بن ظَبیان کے، اور یہ صَدُوق (راست گو) ہیں اھ "۔

اقول: راوی کی تعریف و ستائش، روایت کی تعریف و ستائش نہیں۔ اور راوی کا فی نفسہٖ صادق ہونا، حدیث میں اس کے ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔ پھر راوی مذکور حدیث میں ضعیف کیسے نہ ہوں؟ جبکہ

---

[1] حلیہ

[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰

ائمة الشان علی تضعیفه بل قال ابوحاتم ثم النسائی متروک بل بالغ ابن معین فیما روی عنه فقال کذاب واغتربه المناوی فی التیسیر فقال فیه کذاب۔	ائمہ فن انہیں بیک زبان ضعیف کہتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں ابوحاتم پھر نسائی نے تو "متروک" بھی کہا ہے۔ بلاالکہ اس سے بھی بڑھ کر ابن معین نے۔ جیسا کہ ان سے روایت کی گئی ہے۔ کذّاب کہا جس سے دھوکا کھا کر تیسیر میں مناوی نے "کذاب" لکھ ڈالا۔
اقول: (۱) ولیس کذلک بل الرجل خیر دین فقیه ضعیف عند المحدثین فی الحدیث لاجرم ان قال فی التقریب[1] ضعیف۔	**اقول:** حالانکہ ایسا نہیں۔ آدمی پسندیدہ، دین دار، فقیہ ہیں۔ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک حدیث میں ضعیف ہیں لاجرم تقریب میں کہا: ضعیف ہیں۔
وثانیا: (۲) العجب استناده الی هذا وترکه حدیث جابر الصحیح الاسناد وتوارده علیه الامام السیوطی فی الجامع الصغیر۔	**ثانیا:** یہ بھی عجیب بات ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تو استناد کیا مگر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی صحیح الاسناد حدیث کو چھوڑ دیا، جامع صغیر میں امام سیوطی سے بھی یہی ہوا ہے۔
وثالثا: حدیث (۳) عمار رضی الله تعالٰی عنه انما فیه الامر بضربتین ولیس کل یؤمر به رکنا وابعد منه حدیث البزار عن امّ المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلفظه علی ضعف اسناده فی التیمم ضربتان[2] اھ	**ثالثا:** اب حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث لیجئے اس میں صرف اتنا ہے کہ "ہمیں دو ضربوں کا حکم ہُوا۔" اور ایسا نہیں کہ جس چیز کا بھی حکم دیا جائے وہ رکن ہو۔ اس سے بھی زیادہ بعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُمّ المومنین صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت سے مُسند بزار کی حدیث ہے۔ ایک تو اس کی سند ضعیف ہے، دوسرے یہ کہ متن میں بس یہ ہے: "فی التیمّم ضربتان" (تیمّم میں دو ۲ ضربیں ہیں) اھ

---

[1] تقریب التہذیب دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۴۷

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب التیمم مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵۹/۱

ورابعاً (۱) بل ليست العبارة التيمّم ضربتان (۲) صريحة فی الرکنية وقد تقدم عن المحقق انه خرج مخرج الغالب[1] وسيأتی تحقيقه ان شاء اللّٰه تعالٰی۔

اقول: بل روی مسلم عن معٰوية بن الحکم رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم ان هذه الصّلاة لايصلح فيها شيئ من کلام الناس انما هی التسبيح والتکبير وقراءة القراٰن[2] وليس التسبيح ولا التکبير من ارکانها وقال ملک العلماء فی البدائع صلاة الجنازة دعاء للميت[3] اھ ومعلوم ان ليس ارکانها الا التکبيرات الاربع۔

الثانی: (۱) الوظائف البدنية المحضة لاتجری فيها النيابة فلايصلی احد عن احد ولايتوضؤ احد عن احد کذا لايتيمّم احد عن احد وقد جوزنا

رابعا: بلکہ "التیمّم ضربتان" (تیمّم دو ضرب ہے) یہ عبارت بھی رکنیت کے بارے میں صریح نہیں۔ گزر چکا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے یہ بیان غالب واکثر کے لحاظ سے وارد ہے، عنقریب اس کی تحقیق آرہی ہے۔

اقول: بلکہ امام مسلم نے حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے: "لوگوں کی بات چیت میں سے کچھ بھی اس نماز کے اندر ہونے کے لائق نہیں، نماز تو بس تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قراءت ہے"۔ حالانکہ نہ تسبیح نماز کے ارکان میں سے ہے نہ تکبیر (اسی طرح "تیمّم" دو ضرب ہے۔ یہ بھی محمول کو موضوع کارکن بتانے کے معاملے میں صریح نہیں) ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں فرمایا ہے: "نمازِ جنازہ میت کیلئے دُعا کرنا ہے" اھ جیسا کہ معلوم ہے کہ ارکان نماز جنازہ، چاروں تکبیروں کے سوا اور کچھ نہیں۔

بحث ۲: جو محض بدنی اعمال ہیں ان میں نیابت نہیں چلتی۔ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی دوسرے کی جانب سے وضو کرسکتا ہے، اسی طرح ایک شخص کی طرف سے تیمّم بھی نہیں کرسکتا۔ اور یہ جائز رکھا گیا ہے

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۱

[2] الصحیح لمسلم باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۳

[3] بدائع الصنائع کیفیۃ صلوٰۃ الجنازۃ کراچی ۱/۳۱۳

ان ييمّم زيدا عمرو فاذن الضربتان لاتقومان الابعمرو فلوكانتا جميع اركان التيمّم فقد تيمّم عمرو وطهر به زيد ولوكانتا بعض اركانه فقد قام بعض التيمم بزيد وبعضه بعمرو وهل له نظير في الشرع ثم قد حصل كله لزيد وهذا كله غير معقول ولامقبول۔

الثالث: تحقيق ماافاد المحقق بقوله ان المأموربه مسح لاغير ان الكتاب العزيز انما امر بقصد الصعيد الطيب فالمسح منه وهذا لاتوقف له على الضرب فضلا عن دخوله في فسخ حقيقته (۱) فان من القت الريح الغبار على عضويه مثلا يتأتى له قصده للمسح منه بأمر اريده عليه من دون حاجة الى الضرب على الارض نعم من لايجده على اعضائه يحتاج الى قصده من ارض اوجدار وذلک لايقتضى الركنية بل ولا الشرطية فانما مثل الضرب على الصعيد في التيمم

کہ زید کو عمرو تیمّم کرادے۔ اس صورت میں دونوں ضربیں مارنے کا عمل صرف عمرو سے صادر ہوا۔ بلفظ اصطلاحی دونوں ضربیں صرف عمرو کے ساتھ قائم ہیں۔ اب اگر یہی دو ۲ ضربیں تمام تر ارکانِ تمیم ہیں تو لازم آیا کہ عمرو نے تیمّم کیا اور زید پاک ہوا۔ اور اگر یہ دونوں ضربیں، بعض ارکانِ تیمّم ہیں تو لازم آیا کہ کچھ تیمّم زید کے ساتھ لگا ہوا ہے او رکچھ عمرو کے ساتھ۔ پھر یہ دونوں مل کر سارا تیمّم زید ہی کا ہوگیا۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ (کہ کسی بدنی عمل کے سارے اجزاء وارکان عمرو ادا کرے اور وہ زید کا عمل ہوجائے؟ یا ایک ہی فریضہ بدنیہ کا ایک جزء زید ادا کرے اور دوسرا جز عمرو بجالائے، پھر دونوں مل کر سب زید کے حصّہ میں آجائے اور اس کے سر سے فرض اُتر جائے؟ ۱۲ محمد احمد اصلاحی) یہ سب نامعقول اور ناقابل قبول ہے۔

بحث ۳: حضرت محقق نے جو افادہ فرمایا کہ مامور بہ صرف مسح ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن حکیم نے تو یہی حکم دیا ہے کہ پاکیزہ صعید کا قصد کرکے اس سے مسح کرو، یہ کام ضرب پر موقوف نہیں، ضرب کا اس کی حقیقت میں داخل ہونا درکنار۔ اس لئے کہ مثلًا جس کے چہرے اور ہاتھوں پر آندھی سے گرد پڑ گئی اس سے یہ ہوسکتا ہے کہ اسی گرد سے مسح کا قصد کرکے اس پر اپنا ہاتھ پھیرلے اسے زمین پر ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں جس کے اعضاء پر گرد نہ ہو اسے کسی زمین یا دیوار سے مٹی کے قصد کی ضرورت ہے اور یہ بات رکنیت کیا، شرط کی بھی مقتضی نہیں۔ کیونکہ تیمّم میں صعید پر

كمثل الاغتراف من الاناء فی الوضوء فمن وقف فی المطر اغناه عن الاغتراف نعم اذالم یجده الاباخذ وصب احتاج الیه ولیس لاحد ان یقول ان الاغتراف من ارکان الوضوء اومن شرائطه۔ وھذا شیئ واضح جدا لاینبغی الارتیاب فیه فلایحمل کلام الشارع صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ولاکلام صاحب المذھب رضی اللّٰه تعالٰی عنه علی خلافه۔	ضرب کی حیثیت وہی ہے جو وضو میں برتن میں چُلّو کے ذریعہ پانی لینے کی ہے، جو بارش میں کھڑا ہو اسے چُلّو لینے کی کوئی ضرورت نہیں بارش ہی کافی ہے۔ ہاں جب ہاتھ سے پانی لئے اور بہائے بغیر وضو نہ ہو پائے تو اس کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چُلّو سے پانی لینا وضو کے ارکان یا شرائط میں داخل ہے۔ یہ چیز بالکل واضح اور روشن ہے جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس کے خلاف کسی بات پر نہ شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کلام کو محمول کیا جاسکتا ہے نہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام کو۔
الرابع: اتینا علی التاویل فاوله ان الکلام انما جاء علی الغالب المعھود فان من النادر جدا وجد ان الغبار علی العضوین وکذا لم یعھد فی صفة التیمم ادخال الراس فی موضع الغبار اوالوقوف فی مثاره وتحریک العضوین وانما المعروف المعھود ھو طریقة الضرب وبھا وردت الاحادیث القولیة والفعلیة ولما تمعک عمار رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال له النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان کان یکفیک ان تضرب بیدیک ثم تنفخ ثم تمسح بھا وجھک وکفیک[1] رواه الستة۔	**بحث۴:** اب ہم (کلام شارع اور کلام صاحب مذہب کی) تاویل پر آئے تو پہلی بات یہ ہے کہ یہ اکثری اور معروف حالت کے لحاظ سے ہے، اس لئے کہ چہرے اور ہاتھوں پر پڑی ہُوئی گرد ملنا بہت ہی نادر ہے یوں ہی غبار کی جگہ سر داخل کرنا، یا گرد اُڑنے کی جگہ کھڑا ہونا اور اعضائے تیمّم کو حرکت دینا صفتِ تیمّم میں معہود و معروف نہیں۔ معروف و معہود وہی ضرب کا طریقہ ہے اسی سے متعلق قولی اور فعلی حدیثیں وارد ہیں۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیمّم کیلئے زمین پر لوٹ پوٹ کیا تھا تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں سے زمین پر مارتے پھر پھونک دیتے، پھر ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلیتے"۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں آئی ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب التیمم مجتبائی لاہور ۱/۴۷

اقول: (١)لكن يرد عليه ماقدمنا عن ملك العلماء من اجماع ائمتنا الثلثة رضى الله تعالٰى عنهم على ركنية الضربتين وبه يصعب الامر على القول الثانى فاذن يفزع الى تاويل المحقق الثانى وسيأتى الكلام عليه۔	**اقول:** لیکن اس پر اُس سے اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے ملک العلماء سے (تعریف سادس کے بعد) نقل کیا کہ رکنیتِ ضربین پر ہمارے تینوں ائمہ کا اجماع ہے اسی سے دوسرے قول (عدم رکنیت ضرب) پر بھی معاملہ دشوار ہوگا۔ تو اس وقت حضرت محقق کی تاویل ثانی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس پر کلام عنقریب آنے والا ہے۔
الخامس: كما سلک المحقق بالحديث مسلكين ذهب ايضا بتلک الفروع الاٰتية على خلاف القول الاول مذهبين ولم يتأت فيها المسلک الاول ان الكلام على الغالب فان الركنية توجب اللزوم فجعل المسلک الاوّل فيها قصرها على القول الثانى اى فتكون تلک الفروع ايضا من ثمرات الخلاف وبه جزم البحر وتبعه ش۔	**بحث ۵:** حضرت محقق نے حدیث کی تاویل میں دو ۲ طریقے اختیار کئے ہیں (ایک یہ کہ چوں کہ تیمّم اکثر ضربوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اس لئے یہ احادیث یہاں غالب واکثر کے طور پر آئی ہیں، دوسرا یہ کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا عضو پر بطور مسح ہو ۱۲ فتح ۱/۱۱۱) اسی طرح وہ جزئیات جو قول اول (رکنیتِ ضربین) کے برخلاف آئے ہیں ان میں تاویل کے دو ۲ طریقے اختیار کئے ہیں (پہلا طریقہ یہ کہ جزئیات صرف ان حضرات کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں، دوسرا یہ کہ لفظ ضرب سے زمین پر ضرب اور عضو پر مسح دونوں سے اعم معنی مراد ہے) حدیث میں ایک طریقہ تاویل یہ اختیار کیا تھا کہ یہ بلحاظ غالب واکثر ہے وہ تاویل یہاں نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ جب ضربوں کو رکنِ تیمّم مان لیا گیا تو تیمّم کیلئے ضرب کا وجود تو لازم ہوگیا کہ رکن کے بغیر شیئ کا ثبوت و تحقق ممکن ہی نہیں۔ اس لئے یہاں پہلا طریقہ تاویل یہ رکھا کہ یہ جزئیات صرف ان لوگوں کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں تو یہ

اقول: فيه اولًا ماأشرت اليه ان الفروع سيقت فی الكتب جميعا مساق المتفق عليه لم يؤم احد الی خلاف فيها۔

ثانيا: (۱) لوكانت مبنية علی القول الثانی لكانت مخالفة لاجماع ائمتنا فكيف يسوغ الميل اليها فضلا عن الجزم بها من دون اشارة اصلا الی خلاف فيها۔

ثالثا: (۲) اكثرتلك الفروع فی الخلاصة ومصنفها الامام طاهر قدصحح القول الاول فكيف يمشی فيها طرا علی خلاف ماهو الصحيح عنده بل قد افاد انها متفق عليها كماهو قضية صنيعهم جميعا ولذا جزم بها الدرمع تصريحه

جزئیات بھی اختلاف مذہبین (رکنیت ضرب وعدم رکنیت) کا ثمرہ ہوں گی (جن کے نزدیک ضرب رکنِ تیمّم نہیں ان کے یہاں جواز تیمّم کی وہ صورتیں اور وہ جزئیات ہوں گے اور جن کے یہاں ضرب رکنِ تیمّم ہے ان کے نزدیک ان صورتوں میں تیمّم نہ ہوگا) اسی تاویل پر بحر نے جزم کیا ہے اور علامہ شامی نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ (ت)

اقول: یہ تاویل درست مان لینے میں چند اعتراضات لازم آئیں گے اولًا وہ جس کی طرف میں نے پہلے اشارہ کیا کہ یہ جزئیات تمام کتابوں میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ کسی نے اختلاف کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور یہ صرف بعض کے قول پر نہیں۔

ثانیا: اگر یہ جزئیات قول ثانی (عدم رکنیت ضربین) کی بنیاد پر ہوتے تو ہمارے ائمہ کے اجماع کے خلاف ہوتے۔ پھر ان کی جانب میلان کیونکر روا ہوتا۔ اور ان سے متعلق کسی اختلاف کا کوئی اشارہ کیے بغیر ان پر جزم کرلینا تو بدرجہ اولٰی ناروا ہوتا۔

ثالثا: ان جزئیات میں سے زیادہ تر خلاصۃ الفتاوٰی میں مذکور ہیں اور خلاصہ کے مصنّف امام طاہر قولِ اوّل (رکنیتِ ضربین) کو صحیح قرار دے چکے ہیں۔ پھر ان تمام جزئیات میں وہ اپنے صحیح مذہب کے خلاف کیسے چلیں گے؟ بلکہ انہوں نے تو یہ بھی افادہ کیا کہ یہ جزئیات متفق علیہ ہیں جیسا کہ دوسرے تمام حضرات کے طرزِ عمل کا بھی یہی مقتضی ہے اسی لئے درمختار میں ان جزئیات پر جزم کیا حالانکہ

باحوطية القول الاول وتصحيحه۔

رابعا: (۱) تقدم عن البدائع اجماع ائمتنا على ركنية الضربتين وهم المصرحون فى كتاب الصلوة بالفرع الثانى وهذا يقطع النزاع۔

السادس: اما مسلكه الثانى المشترک فيه الحديث وتلک الفروع ان المراد بالضربتين اعم من الضرب على الارض وعلى العضو ففيه۔

اولا: كما (۲) اقول قد حقق المحقق ان حقيقة التيمّم هو المسح وان الضرب على الارض ليس منها فى شيئ فلا وجه للتعميم فى الضرب الركن بل انما يقال ان المراد بالضربتين هما المسحتان وحينئذ لايلائمه قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ثم قول صاحب المذهب ضربة للوجه وضربة لليدين اذلو اريد هذا لقيل ضربة على الوجه واخرى على اليدين۔

وہ قول اول (رکنیت) کے احوط اور صحیح ہونے کے تصریح کرچکے ہیں۔

رابعا: رکنیت ضربین پر ہمارے ائمہ کا اجماع بدائع کے حوالہ سے بیان ہوا مگر اس کے باوجود خود ہی کتاب الصلاۃ میں جزئیہ دوم کی تصریح بھی کررہے ہیں۔ یہ بات فیصلہ کن اور قاطع نزاع ہے (اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ جزئیات صرف عدم رکنیت ماننے والوں کے قول پر مبنی نہیں بلکہ متفق علیہ ہیں)

بحث۶: اب رہی امام محقق کی دوسری تاویل جو حدیث اور مذکورہ جزئیات میں مشترک ہے کہ ضرب سے مراد ضرب علی الارض یا ضرب علی العضو سے اعم ہے۔ تو اس پر چند اعتراضات ہیں:

اولا: اقول: حضرت محقق خود تحقیق فرماچکے ہیں کہ تیمّم کی حقیقت بس مسح ہے۔ اور ضرب علی الارض کا حقیقتِ تیمّم میں کوئی دخل نہیں۔ تو وہ ضرب جو تیمّم کا رکن اور اس کی حقیقت میں داخل قرار دی گئی ہے اس کی تعمیم کرکے ضرب علی الارض کو بھی اس کے تحت لانے اور حقیقت تیمّم میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ دونوں ضربوں سے مراد دونوں کا مسح (چہرے کا مسح اور ہاتھوں کا مسح) ہے۔ اور اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد پھر صاحب مذہب کا قول: ضربة للوجه وضربة لليدين (ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب ہاتھوں کیلئے) تاویل مذکور کے مطابق نہ ہوگا اور موافق بھی نہ ہوگا کیونکہ

	اگر اس سے مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا ضربة علی الوجه واخری علی الیدین (ایک ضرب چہرے پر اور ایک ضرب ہاتھ پر)
وثانیًا: کما **اقول**:(۱) ایضا علی هذا یرتفع الخلاف وتذهب ثمراته المذکورة عن اٰخرها والقوم ومنهم المحقق نفسه علی اثباتها۔	**ثانیًا**: **اقول**: اس تاویل کی بنیاد پر ضرب کی رکنیت وعدم رکنیت کا اختلاف ہی اٹھ جائیگا اور اس کے تمام مذکورہ ثمرات بھی باقی نہ رہیں گے حالانکہ علماء جن میں خود حضرت محقق بھی ہیں اس اختلاف اور ثمرات کو ثابت مانتے ہیں۔
وثالثًا: کما قال البحر انه لایمشی فی فرعی الخلاصة اذلا ضرب فیها علی الارض ولاعلی العضو[1] اقول لکن(۲) مرجعه الی مؤاخذة علی اللفظ فلوقال المحقق ان المراد بالضربتین المسحتان لم یرد انه لاضرب ههنا اصلا۔	**ثالثًا**: البحرالرائق کا اعتراض کہ یہ تاویل خلاصہ میں مذکور ان دو۲ جزئیوں میں جاری نہیں ہوسکتی (جن میں غبار کی جگہ اعضائے تیمّم کو داخل کرکے بہ نیت تیمّم حرکت دے لینے کو کافی قرار دیا ہے) کیوں کہ ان میں نہ زمین پر ضرب ہے نہ عضو پر۔ **اقول**: مگر اس اعتراض کا مآل صرف لفظ پر گرفت ہے اگر حضرت محقق نے فرمایا ہوتا کہ دونوں ضرب سے مراد دونوں مسح ہے تو یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ یہاں سے تو سرے سے ضرب ہی نہیں۔
ورابعا: کما ابدی البحر ایضا ان لیس ثمه مسح ایضا وبه اخذ الخادمی علی الدرر بل(۳) وعلی جلة العمائد الغرر کالظهیریة والخانیة والخلاصة وخزانة المفتین والجوهرة والایضاح والفتح والبحر وابن کمال حتی کتاب الصلاة لصاحب صاحب المذهب اذصرحوا جمیعا	**رابعًا**: بحر ہی نے یہ اعتراض بھی ظاہر کیا ہے کہ یہاں (موضع غبار میں تحریک اعضا والی صورت میں) مسح بھی تو نہیں۔ اسی بنیاد پر محشیٔ درر خادمی نے درر پر بلالکہ اکثر کتب معتمدہ جیسے ظہیریہ، خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، جوہرہ، ایضاح، فتح القدیر، البحرالرائق اور ابن کمال یہاں تک کہ صاحب مذہب کے شاگرد کی کتاب الصلٰوۃ پر بھی گرفت کی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ گزر چکا ان تمام حضرات نے تصریح

---

[1] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵/۱

کماتقدم بانه اصاب الغبار وجهه و ذراعیه لایجوز مالم یمسح بنیة التیمّم[1] فقال فیه مافیه لماعرفت انفا من الخلاصة والبحر (ای من کفایة تحریک الاعضاء قال) الا ان یقال المراد من المسح اعم مما هو حقیقة اوحکما فیشمل نحو تحریک الرأس[2] اھ۔	فرمائی ہے کہ "اگر صرف اتنا ہوا کہ چہرے اور ہاتھوں پر غبار پہنچ گیا تو تیمّم نہ ہوگا جب تک کہ بہ نیت تیمّم اس پر ہاتھ نہ پھیرے"۔ خادمی نے کہا: "**فیه مافیه** اس میں وہ خامی ہے جو اس میں ہے کیونکہ ابھی خلاصہ اور بحر کے حوالہ سے معلوم ہوا (کہ تحریک اعضا بھی کافی ہے) مگر یہ کہا جائے کہ مسح سے مراد وہ ہے جو حقیقةً اور حکمًا دونوں مسح سے اعم ہے۔ اس طور پر لفظ مسح تحریک سر وغیرہ والی صورت کو بھی شامل ہو جائیگا"۔ اھ۔
واقول: اولا(۱) ذهب عنه ان الخلاصة والبحر ایضا من المصرحین بانه ان لم یمسح لم یجز کماقدمنا عنهما فی الفرعین الاولین والسادس۔	**اقول: اولا** خادمی کو یہ خیال نہ رہا کہ خلاصہ اور بحر میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمّم نہ ہوگا جیسا کہ جزئیہ ۱، ۲، ٦ میں ان سے ہم نے نقل کیا ہے۔
وثانیا:(۲) لونظر الی ماصرحوا فیه بعدم الاجزاء الا بالمسح والخلاصة والبحر باجزاء التحریک لعرف الفرق وعلم ان لااخذ علی الدرر والجلة الغرر کماسینکشف لک سر ذلک ان شاء اللّٰه تعالٰی۔	**ثانیا** جس صورت میں حضرات علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ہاتھ پھیرے بغیر تیمّم نہ ہوگا اور جس صورت میں خلاصہ اور بحر نے تحریک اعضاء کو کافی قرار دیا ہے دونوں میں اگر فاضل خادمی نے غور کیا ہوتا تو فرق واضح ہو جاتا اور انہیں معلوم ہوتا کہ درر اور کتب معتمدہ پر مؤاخذہ کی گنجائش نہیں جیسا عنقریب ان شاء اللہ اس کی حقیقت واضح ہو گی۔
وثالثا: نعود الی البحر	**ثالثا**: اب ہم بحر کی طرف رجوع کرتے ہیں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳٦

[2] درر شرح الغرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۸

فاقول: علی(۱) هذا یندفع مااعترف به البحر ایضا انه الحق وهو رکنیة المسح۔

لکنی **اقول:**(۲) وبربی استعین انما مسح شیئ بشیئ امرار هذا علیه وامساسه به روی الطبرانی فی الصغیر عن سلمان الفارسی رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم تمسحوا بالارض فانها بکم برة[1]

قال فی التیسیر بان تباشروها بالصلاة بلاحائل وقیل اراد التیمم[2] اھ وقال فی النهایة والدر النثیر ومجمع البحار ارادبه التیمم وقیل اراد مباشرة ترابها بالجباه فی السجود من غیر حائل والامر ندب لا ایجاب[3] اھ۔

اقول: (۳)وهو ظاهر السوق والتعلیل فکان هو الاولی کما فعل فی التیسیر وفی ابن اثیر وتلخیصه للسیوطی والمجمع مسحهم مربهم

فاقول: اس اعتراض کی بنیاد پر تو رکنیت مسح جس کو خود بحر نے بھی حق مانا ہے مسترد ہو جائے گی۔ مسح بھی رکنِ تیمّم قرار نہ پاسکے گا۔

لکنی **اقول: وبربی استعین** (لیکن میں کہتا ہوں اور اپنے رب ہی سے مدد چاہتا ہوں) ایک شیئ کو دوسری شیئ سے مسح کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک کو دوسری پر گزار دیا جائے اور اسے اس سے مس کیا جائے۔ طبرانی نے معجم صغیر میں بروایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: "زمین سے مسح کرو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کرنیوالی ہے"۔

تیسیر میں فرمایا: اس طرح کہ زمین پر بغیر کسی حائل کے نماز ادا کرتے ہوئے اس سے اپنی جلد کو مس کرو، اور کہا گیا کہ اس حدیث میں مسحِ زمین سے مراد تیمّم ہے"۔ اھ نہایہ، دُرنثیر اور مجمع البحار میں ہے: "اس سے مراد تیمّم ہے۔ اور کہا گیا کہ بغیر کسی حائل کے سجدہ کرتے ہوئے پیشانیوں سے زمین کی مٹی کو استعمال کرنا اور جلد کو اس سے مس کرنا مراد ہے اور یہ امر مندوب ہے واجب نہیں"۔ اھ

اقول: سیاقِ کلام اور تعلیل سے یہی آخری معنی ظاہر ہوتا ہے اس لئے یہی مراد لینا بہتر ہے جیسا کہ تیسیر میں کیا ہے۔ نہایہ ابن اثیر اور تلخیص نہایہ للسیوطی اور مجمع البحار میں ہے: "مسحهم کا معنی ہے

---

[1] المعجم الصغیر باب من اسمه حملة دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۸/۱

[2] التیسیر جامع صغیر حرف التاء مکتبة الامام الشافعی الریاض السعودیة ۴۵۶/۱، مجمع بحار الانوار تحت لفظ مسح منشی نولکشور لکھنؤ ۲۹۶/۳

[3] النهایة لابن اثیر باب المیم والسین المکتبة الاسلامیه بیروت ۳۲۷/۴

مر اخفيفا لم يقم فيه عندهم [1] اھ وفى الاخير حديث يمسح مناكبنا اى يضع يده عليها ليسويها [2] اھ اى عند اقامة الصفوف وفى القاموس تماسحا تبايعا فتصافقا [3] اھ وفى التاج ماسحه صافحه والتقوا فتماسحوا تصافحوا [4] اھ وقال المجد هو يتمسح به اى يتبرك به لفضله [5] فقال التاج كأنه يتقرب الى الله تعالٰى بالدنومنه ويتمسح بثوبه اى يمر ثوبه على الابدان فيتقرب به الى الله تعالى قيل وبه سمى المسيح عيسٰى على نبينا وعليه الصلاة والسلام قاله الازهرى [6] اھ	ان کے پاس سے ایسی سبک روی سے گزر گیا کہ ان کے پاس ٹھہرا نہیں"۔ مجمع البحار میں ہے: "حدیث میں ہے **يمسح مناكبنا**، یعنی (صفیں سیدھی کرتے وقت) سرکار ہمارے کاندھوں کو برابر کرنے کیلئے ان پر اپنا ہاتھ رکھتے"۔ قاموس میں ہے: "**تماسحا تبايعا فتصافقا** اھ (**تماسحا** کا معنی یہ ہے کہ باھم خرید وفروخت کرکے ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا) تاج العروس میں ہے: "**ماسحه** کا معنی ہے اس سے مصافحہ کیا **التقوا فتماسحوا** یعنی باہم ملے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کیا" اھ۔ قاموس میں مجدالدین نے لکھا: "**هو يتمسح به اى يتبرك به لفضله**" (وہ اس سے مسح کرتا ہے یعنی اس کی فضیلت کی وجہ سے اس سے برکت حاصل کرتا ہے"۔ اس پر تاج العروس میں کہا: "گویا وہ اس کے قُرب کے ذریعہ خدا کی نزدیکی حاصل کررہا ہے۔ اور **يتمسح بثوبه** کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کے کپڑے کو اپنے بدن پر گزار کر اس سے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس وجہ سے حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو مسیح کہا گیا۔ یہ ازہری نے کہا ہے"۔ اھ

---

[1] النہایۃ لابن اثیر باب المیم مع السین المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/۳۲۷

[2] مجمع البحار لفظ مسح نولکشور لکھنؤ ۳/۲۹۸

[3] القاموس باب الحاء فصل المیم مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۵۸

[4] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/۲۲۶

[5] القاموس المحیط باب الحاء فصل المیم مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۵۸

[6] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/۲۲۶

اقول: (۱) فقول المجد المسح امرار الید علی الشیئ السائل [1] لیس السیلان لازمه ولذا لم یزده الراغب فی مفرداته وهذا ربنا تبارك وتعالٰی یقول فی الصعید ‥اِبِوُجُوْ⋯یْںِ⋯[2] ولا الید (۲) قیدا فیه لحدیث تمسحوا عـه بالارض فی وضع الجباہ علیها بلاحائل ولاالامرار بمعنی التحریك علیه لحدیث یمسح منا کبنا وقدنص ائمتنا ان ضرب الکفین بل ووضعهما علی الارض ناویا یطهرهما فلا یمسحهما بعد وسیأتیك بعض نصوصه ان شاء اللہ تعالٰی وانما امر المولی سبحنه وتعالٰی

اقول: ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ مجدالدین نے قاموس میں مسح کے معنٰی میں سیال چیز پر ہاتھ گزارنا جو لکھا ہے اس میں (شیئ کے ساتھ سیال کی قید نہ ہونا چاہئے کیونکہ) سیلان اس مفہوم کیلئے لازم شیئ نہیں۔ اسی لئے مفردات میں امام راغب نے اس قید کا اضافہ نہ کیا۔ قرآن مجید میں باری تعالٰی کا ارشاد ہے: ‥اِبِوُجُوْ⋯یْںِ⋯ (اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو مسح کرو) اس میں ہاتھ مفہوم مسح کی قید نہیں، کیوں کہ حدیث میں زمین پر بغیر حائل کے پیشانی رکھنے کیلئے بھی لفظ مسح وارد ہے جیسا کہ گزرا تمسحوا بالارض۔ اسی طرح ہاتھ پھیرنا یعنی عضو پر اسے حرکت دینا اور گزارنا یہ بھی مفہوم مسح کی قید نہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے یمسح منا کبنا۔ جبکہ یہاں کاندھوں پر صرف ہاتھ رکھنا ہوتا تھا (جیسا کہ مجمع البحار کے حوالے سے بیان ہوا) اس کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر تیمّم کی نیت سے دونوں

عـه وفی النهایة والدر النثیر ومجع البحار تحت حدیث حماد المعتدة فی الجاهلیة تاخذ طائرا فتمسح به فرجها ۱۲ منه غفرله (م)

نہایہ، دُرِ نثیر اور مجمع البحار میں حدیثِ حماد کے تحت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں معتدہ عورت پرندہ پکڑتی تو اسے اپنی شرمگاہ پر لگاتی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] القاموس المحیط باب الحاء فصل المیم مصطفٰی البابی مصر ۲۸۵/۱

[2] القرآن ۴۳/۴

بالمسح فلولا ان امساسهما بالارض مسحهما بها لما اغنى۔

اذا علمت هذا فاعلم (۱) ان ههنا صورتين تعود اربعا وذلك لانك حين تريد التيمم اما ان تجد الصعيد متصلا باعضائك اومنفصلا عنها على الثاني لك وجهان احدهما ان تمسه كفيك فتمسح بهما عضويك وذلك هو المعهود المعروف والوارد فی الاحاديث القولية والفعلية والاٰخر عط امرارك عضويك على الصعيد أما مسحا من فوقه كما فی الفرع الهادی عشر للاشل وفی الثالث للصحيح وهی واقعة سيدنا عمّار بن ياسر رضی الله تعالٰی ولم ينكر عليه النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم بمعنى انه لم ينف طهوره به وان ارشد الى ماكان يكفی الغاء للزائد على الحاجة واما ادخالا فی

______ کفِ دست کو زمین پر مارا بلکہ اس نیت سے دونوں کو زمین پر صرف رکھ دیا تو دونوں پاک ہوگئیں بعد میں دونوں ہتھیلیوں کا مسح نہیں کرے گا۔ اس سلسلہ میں کچھ نصوص ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آئیں گے حالانکہ مولائے کریم سبحانہ وتعالٰی نے "**مسح**" کا حکم دیا ہے اگر زمین سے دونوں ہتھیلیوں کو مَس کرنا ہی ان دونوں کا مسح نہ ہوتا تو بعد میں الگ سے ان کا مسح ضروری ہوتا۔ اور پہلی بار دونوں کا زمین پر مَس کرنا ان دونوں کے مسح سے بے نیاز نہ کرتا۔

یہ سب واضح ہوجانے کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ یہاں دو۲ صورتیں ہیں جو چار ہوجاتی ہیں۔ اس لئے کہ جب تیمّم کا ارادہ ہو تیمم اس وقت صعید کو یا تو اپنے اعضائے تیمّم سے متصل (۱) پائے گا یا منفصل (۲)۔ برتقدیر ثانی دو۲ صورتیں ہیں (۱) صعید سے ہتھیلیاں مس کرکے ہتھیلیوں کو اعضا پر پھیرلے۔ یہی صورت معہود ومعروف اور قولی وفعلی احادیث میں مذکور ہے۔ (۲) ا۔ اعضائے تیمّم کو صعید پر گزارے۔ خواہ اس طرح کہ صعید کے اوپر اعضاء کو پھیرے جیسے جزئیہ ۱۱ میں اعضاء شل ہوجانے والے شخص کیلئے بیان ہوا اور جزئیہ ۳ میں تندرست کیلئے ذکر ہوا۔ یہی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا واقعہ بھی ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا یعنی ان کی طہارت کی نفی نہ فرمائی، اگرچہ قدر حاجت سے زائد کو لغو بنانے کیلئے قدر کافی کی ہدایت ورہنمائی فرمائی، خواہ اس طرح کہ اعضائے تیمّم کو صعید کے اندر

خلاله كمن يولج وجهه وكفيه فى الرمل بنية التيمم وعليه الفرع الرابع اوعط امرارك الصعيد على عضويك كان تأخذ قطعة حجر فتمرها على وجهك وذراعيك ناويا مستوعبا وبالجملة تفعل مابنفسه يقع المساس بين الصعيد والمحل۔

واقول: وهذا الوجه الاخير الذى زدته وان لم يذكروه معلوم اجزاؤه قطعا لوجود امتثال قوله عزوجل فتيمّموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه هذا كله فى الثانى اما الاول اعنى وجدانه متصلا ففيه صورتان:

الاولى: ان تجده على عضويك فقط لاورائهما كغبار ساكن وقع عليهما بالقاء ريح كما فى الفرع الاول اوبفعل منك كهدم اوكنس اوكيل اوذر اوضرب به اونفض ثوب كما فى الفرع الثانى والسادس والتاسع والعاشر كل ذلك اذا اردت التيمّم بما بقى منه على عضويك بعد سكونه اولم يثر غبارا فى الذربل نزل على العضو فسكن۔

داخل کردے۔ مثلًا کوئی شخص بہ نیتِ تیمّم اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ریت میں داخل کرے، اس پر جزئیہ ۴ ہے۔ ب۔ یا صعید کو اعضاء پر گزارے۔ مثلًا پتھر کا کوئی ٹکڑا لے کر بہ نیت تیمّم چہرے اور ہاتھوں پر پورے طور سے پھیر لے۔ مختصر یہ کہ ایسا فعل ہو کہ خود اسی فعل سے صعید اور اعضائے تیمّم باہم مَس ہوجائیں۔

اقول: یہ آخری صورت جس کا میں نے اضافہ کیا اگرچہ اسے علماء نے ذکر نہیں کیا مگر اس کا جواز تیمّم کیلئے کافی ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اس لئے کہ ارشادِ باری عزّوجلّ: "تو پاک صعید کا قصد کرکے اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو" کی بجاآوری پائی جاتی ہے۔ یہ کلام بر تقدیر ثانی تھا۔ اب پہلی تقدیر لیجئے یعنی صعید کو اعضاء سے متصل پانا۔ اس میں دو صورتیں ہیں: (ا) تیمّم کرنے والا صرف چہرے اور ہاتھوں پر صعید پائے اور کسی عضو پر نہ پائے مثلًا دونوں عضووں پر غبار ہوا کے اڑا کر ڈال دینے سے پڑا ہو۔ جیسا کہ جزئیہ ا میں ہے یا خود متیمم کے کسی فعل سے ان اعضاء پر گرد آئی ہو جیسے دیوار گرنا، جھاڑو دینا، غلّہ ناپنا یا مٹّی چھڑکنا یا اس پر ہاتھ مارنا، یا غبار آلود کپڑا جھاڑنا، ایسا کوئی فعل جس کے باعث گرد آکر اعضائے تیمّم پر بیٹھ گئی جیسا کہ جزئیہ ۲، ۶، ۹، ۱۰ میں ہے۔ ان ساری صورتوں میں یہ ہو کہ جب گرد اعضاء پر بیٹھ گئی اس کے بعد اعضائے تیمّم پر بیٹھی ہوئی گرد سے تیمّم کا ارادہ کیا، یا چھڑکنے کی صورت میں غبار نہ اڑایا بلکہ جو مٹّی چھڑکی وہ عضو پر گر کر بیٹھ گئی۔

والثانية: ان تجد له ثخنا کثیرا حول اعضائك كأن تكون مختبيا فى رمل او يهجم غبار بهبوب ريح او اثارة منك بهدم وغيره ولوبذر مثير فتجد غبارا ثائرا مرتفعا غير منقطع احاط بعضويك فتريد التيمم به قبل سكونه كما فى الفرع الخامس ومنه السابع والثامن۔

ففى هاتين وان وجد الاتصال بين الصعيد والعضوين لكن ليس بفعلك للتيمّم بل امّا لا فعل لك فيه كما فى القاء الريح وارتفاع الغبار بانهدام الجدار اوكان فعلك فى تحريكه ثم وصوله الى عضويك بطبعه كمافى الهدم والكنس والكيل والذر وضرب اليد ونفض الثوب اووصل بفعلك لاللتيمّم كمافى صورة الاختباء والشرط وجود فعل ناو يقع بنفسه امساس العضوين بالصعيد۔

ففى الصورة الثانية حيث ان للصعيد ثخنا حول اعضائك يكفيك

(۲) متیمم اپنے اعضاء کے گرد صعید کی کافی دبازت پائے مثلًا ریت میں چھُپا ہوا ہو، یا آندھی چلنے، یا دیوار گرانے وغیرہ سے خواہ غبار انگیز چھڑکاؤ ہی کی وجہ سے غبار کی وافر مقدار ہو گئی ہے جس کے باعث اپنے اعضاء کے گرد نہ ختم ہونے والا بلند اڑتا ہوا غبار پارہا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ٹھہرنے سے پہلے اس سے تیمّم کرلے۔ جیسا کہ جزئیہ ۵ میں ہے۔ اسی سے متعلق جزئیہ ۷، ۸ بھی ہے۔

ان دونوں صُورتوں میں اگرچہ صعید اور اعضاء کے درمیان اتصال پایا گیا لیکن یہ اتصال تیمّم کیلئے متیمم سے ہونے والے فعل کے ذریعہ نہ ہوا بلکہ اس میں یا تو متیمم کا سرے سے کوئی فعل ہی نہیں، جیسے اس صورت میں کہ آندھی نے اعضاء پر غبار ڈال دیا، یا دیوار گرنے سے غبار اٹھا، یا متیمم کا فعل تو ہوا لیکن یہ فعل صرف اتنا تھا کہ غبار کو حرکت دی، برانگیختہ کیا، پھر اعضاء تک غبار کا پہنچنا خود غبار کی فطرت وطبیعت کے تحت پایا گیا، جیسے اس صورت میں کہ متیمم نے دیوار گرائی، جھاڑو دیا، غلّہ ناپا، مٹّی چھڑکی، غبار پر ہاتھ مارا، کپڑا جھاڑا، یا غبار متیمم کے فعل ہی سے پہنچا لیکن یہ فعل تیمّم کیلئے نہ تھا جیسے اس صورت میں کہ متیمم ریت میں چھُپا ہوا تھا۔ اور شرط یہ ہے کہ بہ نیتِ تیمّم ایسا فعل پایا جائے کہ خود اسی فعل سے اعضاء کو صعید سے مس کرنا متحقق ہو۔

دُوسری صورت میں چونکہ اعضائے متیمم کے گرد صعید کی دبازت موجود ہے اس لئے بہ نیتِ تیمّم

تحريك عضويك بنية التيمّم لانه يقع به الاتصال والامساس بغيرما اتصل اولا فيحصل الفعل المقصود وهذا مافى الخلاصة والبحر فى الفرع الخامس۔

لكن فى الصورة الاولى لا تجد صعيدا وراء عضويك فمهما حركتهما لم يحصل امساس بشيئ جديد فلا يكفى ولابد من ان تمر يدك عليه ناويا فيقع امساس لم يكن وهذا ما فى الفتح والبحر والظهيرية والهندية فى الفرع الاول والخلاصة والدرر والبزازية وابن كمال وكتاب الصلاة فى الفرع الثانى والخانية والخلاصة والخزانة والايضاح والجوهرة فى الفرع السادس والمحيط والهندية فى الفرعين التاسع والعاشر فذهب القلق*واسفر الفلق*ولله الحمد وظهر(۱) بهذا التقرير المنير*فوائد مهمة نفعها غزير*

منها انه لاخلف بين اكتفاء الخلاصة والبحر بالتحريك واشتراط الدرر والجلة الغرر المسح كماتوهم الفاضل(۱) الخادمى

اس کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو حرکت دے لینا ہی کافی ہے کیونکہ پہلے جس سے اتصال تھا اس کے علاوہ فعل (فعل تحریک) کی وجہ سے صعید سے اتصال اور مس کرنا پالیا جاتا ہے تو فعل مقصود کا حصول ہو جاتا ہے۔ یہی صورت جزئیہ ۵ کے تحت خلاصہ اور بحر میں ہے۔

لیکن پہلی صورت میں چونکہ اعضائے تیمم کے گرد صعید موجود نہیں ہے اس لئے اگر وہ چہرے اور ہاتھوں کو حرکت دے تو کسی نئی چیز سے مس کرنا حاصل نہ ہوگا اس لئے یہاں تحریک اعضاء تیمّم کیلئے کفایت نہیں کر سکتی۔ ضروری ہے کہ بہ نیتِ تیمّم صعید پر ہاتھ پھیرے کہ اعضاء کو صعید سے مس کرنے کا عمل حاصل ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔ یہی صورت جزئیہ ۱ کے تحت فتح القدیر، بحر الرائق، ظہیریہ اور ہندیہ میں ہے، اور جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ، درر، بزازیہ، ابنِ کمال اور کتاب الصّلاۃ میں ہے جزئیہ۶ کے تحت خانیہ، خلاصہ، خزانہ، ایضاح اور جوہرہ میں ہے۔ اور جزئیہ ۹، ۱۰ کے تحت محیط اور ہندیہ میں ہے۔ اس تفصیل و تحقیق سے اضطراب دُور ہوگیا، اور صبح کا جمال روشن ہوگیا وللہ الحمد۔ اور اس تقریر منیر سے چند اہم **فوائد** بھی ظاہر ہوئے جو بہت نفع بخش ہیں، کچھ فوائد کا بیان درج ذیل ہے:

ف۱: خلاصہ اور بحر نے صرف تحریک اعضاء کے ذکر پر اکتفاء کیا مگر درر اور دیگر کتبِ معتمدہ نے مسح کی شرط لگائی دونوں میں کوئی اختلاف وتعارض نہیں جیسا کہ فاضل خادمی کو وہم ہوا۔ اس لئے۔

فالاول فی الغبار المرتفع والثانی فی المنقطع۔

ومنها[۲] ان لیس المسح فی مسألۃ الدرر فی الفرع الثانی بمعنی یشمل التحریك کمازعم (ا) ایضا فان التحریك لایکفی فیہ بل لابدمن امرار الید۔

ومنها[۳] ان لا تھافت بین کلام الخلاصۃ فی الفرع الخامس وکلامہ فی الثانی والسادس لعین مامر فی الدرر۔

ومنها[۴] مثلہ للبحر فی الخامس والاول۔

ومنها[۵] ان الذر فی الفرع السادس مالا یثیر نقعا وترید التیمم بعد ماوقع وسکن فلذا شرطوا المسح وفی الفرع السابع مایثیر وترید التیمم وھو مرتفع فاکتفی البزازی بتحریك المحل لما علمت ان التحریك لاینفع بعد السکون۔

ومنها[٦] ان القیام فی مھب الریح

اوّل اس صورت میں ہے جب اعضاء کے گرد اٹھتا ہوا غبار موجود ہو، اور ثانی اس صورت میں ہے جب غبار منقطع ہوچکا ہو۔

ف۲: جزئیہ ۲ کے تحت ذکر شدہ مسئلہ درر میں مسح کا ایسا کوئی معنی مراد نہیں جو تحریک اعضاء کو بھی شامل ہو جیسا کہ فاضل موصوف نے خیال کیا۔ اس میں تحریک تو کافی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اعضاء پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ف۳: جزئیہ ۵ کے تحت ذکر شدہ عبارت خلاصہ اور جزئیہ ۲، ٦ کے تحت مذکورہ عبارتِ خلاصہ کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ وجہ وہی ہے جو عبارتِ درر کی توضیح میں ابھی بیان ہوئی۔

ف۴: یہی حال جزئیہ ۵ اور جزئیہ ا کے تحت بحر کی مذکور عبارتوں کا ہے۔

ف۵: جزئیہ ٦ کے تحت اعضاء پر مٹّی چھڑکنے کا جو ذکر ہے اس سے ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار نہ اُڑتا ہو اور مٹی اعضاء پر گر کر بیٹھ گئی اس کے بعد تیمّم کا ارادہ کیا۔ اسی لئے اس میں مسح کی شرط ہے۔ اور جزئیہ ۷ کے تحت ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار اٹھتا ہو اور غبار بلند ہونے کی حالت میں ہی تیمّم کا ارادہ ہو اسی لئے بزازی نے اعضائے تیمّم کو اس غبار میں حرکت دے لینے پر ہی اکتفا کیا۔ یہ اس لئے کہ معلوم ہے غبار بیٹھ جانے کے بعد تحریک اعضاء سے کوئی فائدہ نہیں۔

ف٦: آندھی کے رُخ پر کھڑا ہونا اگر اس صورت

ان كان بحيث هبت فاثارت نقعا احاط بك فاردت التيمم حين هو مرتفع كفاك التحريك وهو المراد البزازية فى الفرع الثامن وان اردت بعد ماسكن لزمك امرار اليد وهو المراد الخلاصة فى الفرع الثانى۔

ومنها[۷] ان ادخال(۱) المحل فى موضع الصعيد ترابا كان او رملا اوغبارا اذا كان بنية التيمم كفى لحصول الامساس بفعلك ناويا وهو فرع الخلاصة الرابع وان كان لابالنية واردت التيمم لزمك التحريك وهو فرع البزازية الثامن فالادخال فى الخلاصة مع النية ولذا لم يزد شيئا وفى البزازية بدونها ولذا زاد التحريک۔

وبالجملة اذا هبت ريح فاثارت غبارا فذهبت اليه ودخلته ناويا كان من الفرع الرابع اوغيرناو والغبار مرتفع كان من الثامن اواردت

میں ہو کہ آندھی چلی جس سے اس قدر غبار اٹھا کہ اس نے ہر طرف سے آدمی کو گھیر لیا اب اس نے غبار بلند رہنے ہی کی حالت میں تیمّم کا ارادہ کیا تو اس وقت اعضائے تیمّم کو اس بلند غبار میں حرکت دے لینا ہی کافی ہے۔ جزئیہ ۸ کے تحت یہی بزازیہ کی مراد ہے۔ اور اگر غبار بیٹھ جانے کے بعد تیمّم کا ارادہ کیا تو اعضاء پر بیٹھے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ کی یہی مراد ہے۔

ف۷: اعضائے تیمّم کو صعید کی جگہ داخل کرنا۔ صعید خواہ مٹّی ہو یا ریت یا غبار۔ جب بہ نیتِ تیمّم ہو تو یہی کافی ہے کیونکہ نیت کے ساتھ اعضاء کو صعید سے مس کرنے کا عمل حاصل ہوگیا۔ خلاصہ میں ذکر شدہ جزئیہ ۴ یہی ہے۔ اور اگر اعضائے تیمّم کو داخل کرنا نیت کے بغیر ہوا پھر تیمّم کا ارادہ کیا تو اعضا کو حرکت دینا ضروری ہے۔ یہ بزازیہ میں مذکورہ جزئیہ ۸ ہے۔ تو خلاصہ میں جو داخل کرنا مذکور ہے وہ بہ نیتِ تیمّم داخل کرنا ہے اسی لئے اس پر کسی اور عمل کا اضافہ نہ بتایا۔ اور بزازیہ میں جو داخل کرنا بیان ہوا وہ بلانیت تیمّم داخل کرنا ہے۔ اسی لئے اس میں قیدِ تحریک کا اضافہ کیا۔

حاصلِ کلام یہ کہ جب آندھی چلے جس سے غبار اٹھے اس اڑتے ہوئے غبار کے پاس جاکر تیمّم کی نیت سے اس میں داخل ہوجائے تو یہ صورت جزئیہ ۴ کے تحت آئیگی۔ اور بغیر نیت داخل ہوگیا اور غبار ابھی بلند ہے تو جزئیہ ۸ کی صورت ہوگی۔

ببعدما سکن کان من الثانی واذا قمت فی جهة المهب حتی ا تاك الغبار واحاط بك لم یکفك مطلقًا وان کان وقوفك هذا بنیة التیمم لان الوصول من جهة الغبار لامن قبلك فان کان بعد مرتفعا فحرکت اعضائك ناویا کان من الفرع الثامن وان وقع وسکن فاردت کان من الفرع الثانی۔

وبوجه اخصر اما ان تذهب الی الغبار فتدخل فیه اعضائك ناویا اوغیر ناو اویأتیك علی الاول ثم التیمم وعلی الاخرین کفی التحریك ان کان مرتفعا ولزم امرار الیدان وقع وسکن۔

ومنها[٨] ان التحریك والادخال کل ذلك مسح کماعلمت فلا(ا)اخذ علی المحقق کمازعم البحر۔

ومنها[٩] ان مراد الخلاصة في

اور غبار بیٹھ جانے کے بعد اعضاء پر پڑے ہوئے غبار سے تیمّم کا ارادہ کیا تو جزئیہ ۲ کی صورت ہو گی۔ اور اگر آندھی کے رُخ پر کھڑا ہو گیا پھر غبار آخر محیط ہو گیا تو اس قدر مطلقًا کافی نہیں اگرچہ یہ ٹھہرنا تیمّم ہی کی نیت سے ہُوا ہو۔ اس لئے کہ پہنچنے کا عمل غبار کی جانب سے ہوا متیمم سے نہ ہوا۔ اب اگر غبار ابھی بلند ہے اس میں اپنے اعضا کو بہ نیتِ تیمّم حرکت دے لی تو جزئیہ ۸ کی صورت ہو گئی۔ اور غبار جسم پر پڑ گیا اور بیٹھ گیا پھر تیمّم کا ارادہ کیا تو یہ صورت جزئیہ ۲ کے تحت آئے گی۔

اور زیادہ *مختصر* طور پر یوں کہا جائے گا کہ تین صورتیں ہیں:

(۱) متیمم غبار کے پاس جا کر تیمّم کی نیت سے اس میں اپنے اعضائے تیمّم داخل کرے۔

(۲) بلانیت اعضاء کو داخل کرے۔

(۳) غبار خود متیمم تک پہنچے۔

پہلی صورت میں اتنے ہی عمل سے تیمّم مکمل ہو گیا۔ آخری دو ۲ صورتوں میں اگر غبار اب بھی بلند ہے تو اعضاء کو حرکت دے لینا کافی ہے۔ اور اگر غبار اعضا پر پڑ گیا اور بیٹھ گیا تو ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ف۸: مختلف صورتوں کی تفصیل کے ذیل میں معلوم ہوا کہ غبار میں اعضاء کو حرکت دینا بھی مسح ہے اور اس میں داخل کرنا بھی مسح ہے۔ تو بحر نے محقق علی الاطلاق پر جو اعتراض کیا وہ ساقط ہے۔

ف۹: خلاصہ نے جو کہا کہ "شرط یہ ہے کہ خود

قوله ان الشرط وجود الفعل منه هو المسح عينا لاما (۱) يعمه وغيره كما زعم ايضا۔

ومنها[ف] ان المسح هو ركن التيمم لاغير به يتقوم ولا تصورله بدونه كماقال المحقق انه الحق هكذا ينبغى ان تفهم كلمات العلماء كرام*والحمدلله ولى الانعام*ذى الجلال والاكرام*وافضل الصلاة واكمل السلام*على سيد الانام*واٰله وصحبه على مراللياىلى والايام*اٰمين۔

السابع: لاوجه يظهر (۲) لكفاية النية بعد الضرب كيف (۳) وان التراب فى اصله ملوث وانما جعل مطهرا بالنية تفضلا من المولى سبحٰنه وتعالٰى قال الامام الجليل ابو البركات فى الكافى قال زفر النية ليست بشرط فيه كالوضوء لانه خلفه فلايخالفه ولنا ان التراب ملوث بذاته وانما صار مطهرا اذا نوى

تیمم سے فعل کا وجود ہو"اس فعل سے ان کی مراد بعینہٖ مسح ہے ایسا کوئی فعل مراد نہیں جو مسح اور غیر مسح کو عام ہو جیسا کہ بحر کا خیال ہے۔

ف۱۰: مسح ہی رکن تیمّم ہے، کچھ اور نہیں۔ اسی سے تیمّم کی حقیقت وجود میں آتی ہے اور اس کے بغیر تیمّم متصور بھی نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حضرت محقق نے فرمایا کہ "یہ حق ہے"۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہئے۔ اور ساری خوبیاں خدا کیلئے جو احسان کا مالک اور عزّت وبزرگی والا ہے۔ اور بہتر درود، کامل تر سلام ہو سید انام اور ان کی آل واصحاب پر جب تک روز وشب کی گردش جاری رہے۔ آمین!

بحث۷: (ضربوں کے رکنِ تیمّم ہونے اور نہ ہونے کا ایک ثمرہ اختلاف یہ بتایا گیا کہ بعد ضرب اگر نیتِ تیمّم کی تو یہ نیت عدم رکنیت والے قول پر کافی ہوگی یہاں اوّلًا مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ کسی قول پر بھی مذکورہ نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ نہیں، آخرًا اس نیت کے کافی ہونے اور کافی نہ ہونے سے متعلق جو دو قول ملتے ہیں ان میں تطبیق کی ایک صورت بھی ذکر کی ہے ۱۲م۔ الف) جنس زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد تیمّم کی نیت کی جائے تو اس نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور یہ بھلا کیونکر کافی ہوگی جبکہ مٹّی دراصل آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے نیت ہی کی وجہ سے اسے مُطَہِرّ (پاک کرنیوالی) قرار دیا گیا ہے۔ امام جلیل ابوالبرکات نسفی کافی میں

قربة مخصوصة والماء خلق مطهرا فاذا استعمله فى المحل النجس طهره وان كان نجسًا حكماً والخلف قد يفارق الاصل لاختلاف حالهما الا ترى ان الوضوء يحصل باربعة اعضاء بخلاف التيمم وسن التكرار(۱) فى الاصل دون الخلف اھ۔[1] وقد نصوا ان(۲) الضرب المعتبر فى التيمّم يطهر الكفين فلا تمسحان بعده ومعلوم ان لاتطهير الابالنية ولو(۳) كان الضرب بدون النية كافياً فى التيمم وجب تقييد المسألة به وهم انما يرسلونه ارسالا ففى شرح الجامع الصغير للامام قاضى خان ثم الحلية وجامع الرموز وفى جامع المضمرات ثم الهندية ثم ط ثم ش هل يمسح الكف الصحيح انه لايمسح وضرب الكف يكفى[2] اھ	رقمطراز ہیں: امام زفر کا قول ہے کہ وضو کی طرح تیمّم میں بھی نیت شرط نہیں۔ اس لئے کہ تیمّم وضو کا خلیفہ و نائب ہے تو اس کے برخلاف نہ ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مٹّی بذاتِ خود آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مطہر صرف اس وقت ہے جب قربتِ مخصوصہ کی نیت ہو اور پانی تو مطہِّر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ جب نجس جگہ استعمال ہوگا تو اسے پاک کردیگا اگرچہ وہ جگہ حکماً نجس ہو۔ اور نائب کبھی اصل سے الگ اور اس کے برخلاف ہوتا ہے جب کہ دونوں کی حالت مختلف ہو۔ دیکھیے وضو چار اعضا میں ہوتا ہے اور تیمّم میں ایسا نہیں۔ اسی طرح اصل یعنی وضو میں تکرار مسنون ہے اور نائب یعنی تیمّم میں تکرار نہیں۔ اھ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ تیمّم میں معتبر ضرب یعنی دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا ہتھیلیوں کو پاک کردیتا ہے اس لئے اس ضرب کے بعد ہتھیلیوں کا مسح نہیں کیا جائیگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ تطہیر بغیر نیت کے نہیں ہوسکتی، اگر بلانیت ضرب تیمّم میں کافی ہوتی تو مسئلہ کو اس سے مقید کرنا ضروری ہوتا، حالانکہ علماء اسے مطلق ذکر فرماتے ہیں۔ امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر، پھر حلیہ و جامع الرموز میں، اور جامع المضمرات پھر ہندیہ پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے کیا ہتھیلی پر بھی مسح کریگا؟ صحیح یہ ہے کہ اس پر مسح نہ کرے گا اور ہتھیلیوں کو زمین پر مارنا ہی کافی ہے اھ۔

---

[1] کافی

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۶

وفی الحلیة عن الذخیرة لم یذکر محمد انه یضرب علی الارض ظاهر کفیه اوباطنهما واشار(۱) الی انه یضرب عـه باطنهما فانه قال فی الکتاب	حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ امام محمد نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ زمین پر ہتھیلیوں کی پشت سے مارے گا یا پیٹ سے۔ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ باطنِ کف سے مارے گا۔ انہوں نے کتاب میں یوں فرمایا ہے

عـه وفی الدرر سننه ثمانیة الضرب بباطن کفیه الخ[1] وفی ش عن الذخیرة الاصح(۲) انه یضرب باطنهما وظاهرهما علی الارض[2] اه ای فالسنة الضرب بهما معًا ولذا قال فی ما زاد من السنن یزاد الضرب بظاهر الکفین ایضا کما علمت تصحیحه[3] اه	درمختار میں ہے: تیمّم کی سُنتیں آٹھ ہیں، باطنِ کف سے زمین پر مارنا الخ۔ شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: اصح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے باطن اور ظاہر دونوں ہی کو زمین پر مارے اھ۔ تو سنّت یہ ہے کہ ظاہر وباطن دونوں سے زمین پر مارے۔ اسی لئے علّامہ شامی نے درمختار کے بیان پر جن سنتوں کا اضافہ کیا ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے: دونوں ہتھیلیوں کے ظاہر سے بھی زمین پر مارنا سنن تیمّم میں اسے زیادہ کرلیا جائے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ یہی صحیح ہے۔
اقول: وکیفما کان لیس الضرب بباطنهما الا سنة فماوقع فی نور الایضاح ومراقی الفلاح السادس من الشروط ان یکون بضربتین بباطن الکفین[4] اه غیر مسلم وقد قال فی النهر غیر خاف ان الجواز حاصل بایهما کان نعم الضرب بالباطن سنة[5] اه کما فی المنحة عنه والعجب(۳) ان لم ینبه علیه ناظروه کالسیدین الازهری والطحطاوی ۱۲ منه غفرله (م)	**اقول:** جیسے بھی ہو مگر باطنِ کف سے زمین پر مارنا سنّت ہی ہے (شرط نہیں) تو نورالایضاح اور مراقی الفلاح میں جو درج ہے کہ "چھٹی شرط یہ ہے کہ تیمّم دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے دو ضربوں سے ہو" اھ یہ قابلِ تقسیم نہیں۔ النہرالفائق میں ہے: یہ بات ظاہر ہے کہ باطن کف سے زمین پر مارے یا ظاہر کف سے مارے تیمّم دونوں ہی صورت میں ہوجائے گاہاں باطن کف سے مارنا سنّت ہے اھ جیسا کہ منحۃ الخالق میں نہر سے نقل ہے۔ مگر تعجب ہے نورالایضاح پر سید ازہری اور سید طحطاوی جیسے نظر فرمانیوالے حضرات نے اس کی اس خطا پر تنبیہ نہ کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار مع درمختار باب التیمم ۱/۱۵۴-۵۵

[2] ردالمحتار مع درمختار باب التیمم ۱/۱۵۴-۵۵

[3] ردالمحتار مع درمختار باب التیمم ۱/۱۵۴-۵۵

[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی باب التیمم ص ۶۹

[5] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ۱/۱۴۶

لو ترك المسح على ظاهر كفيه لايجوز وانما يكون تاركا للمسح على ظاهر كفيه اذا ضرب باطن كفيه على الارض [1] اھ فقد افاد(۱) ان لوكان الضرب بظاهرهما كان مسحا لظاهرهما۔

اقول: والظاهر (۲) ان قولهم لا يمسح على ظاهره للنهى لابمعنى انه لاحاجة اليه كماقد يتوهم من قول التبيين لايجب في الصحيح مسح باطن الكف لان ضربهما على الارض يكفي [2] اھ وتبعه البحر في هذا التعبير وذلك لانه اذاحصل مسحهما مرة بالضرب كماافاد في الخانية بقوله لانه مسح مرة حين ضرب يديه على الارض [3] اھ والتكرار لايسن في التيمم كما قدمنا آنفا عن الكافي فتكون اعادته عبثا فيكره كما قال في البحران(۳) التيمم على التيمم

کہ اگر ظاہر کف (پشت کفِ دست) پر مسح ترک کردیا تو جائز نہیں۔ اور ظاہر کف پر مسح ترک کرنے والا اس وقت قرار پائے گا جب زمین پر باطن کف سے مارا ہو اھ۔ اس عبارت سے امام محمد نے یہ افادہ فرمایا کہ اگر ظاہر کف سے زمین پر مارا ہو تو یہی مارنا ظاہر کف کا مسح بھی ہوگیا۔

اقول: ظاہر یہ ہے کہ علماء کا قول "لایمسح علی ظاھرہ" (ظاہر کف پر مسح نہیں کرے گا) نہی کیلئے ہے، یہ معنٰی نہیں کہ پشتِ دست پر مسح کی حاجت نہیں (مگر کرلیا تو کوئی کراہت بھی نہیں) جیسا کہ تبیین کی اس عبارت سے وہم ہوتا ہے: "صحیح مذہب میں باطنِ کف کا مسح واجب نہیں اس لئے کہ زمین پر اس کا مارنا ہی کافی ہے"۔ اھ۔ اس تعبیر میں بحر نے بھی تبیین کی پیروی کی ہے لایمسح نہی کیلئے اس لئے ہے کہ ضرب کے ذریعہ جب ایک بار ہتھیلیوں کا مسح کرلیا"۔ جیسا کہ خانیہ میں فرمایا ہے کہ "اس لئے کہ اس نے جب زمین پر ہاتھوں کو مارا تو ایک بار مسح کرلیا"۔ اھ۔ اور تیمّم میں تکرار مسنون نہیں جیسا کہ ابھی ہم کافی کے حوالے سے بیان کرآئے۔ تو دوبارہ ان کا مسح کرنا عبث ہوگا اس لئے مکروہ ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں فرمایا ہے کہ " تیمّم پر تیمّم کوئی

---

[1] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶

[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/۳۸

[3] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

ليس بقربة كذا فى القنية وظاهره انه ليس بمكروه وينبغى كراهته لكونه عبثا[1] اھ۔ بل قال القهستانى لا (۱) يكرر المسح فانه مكروه بالاجماع كما فى الكشف[2] اھ ولاجل هذا ذكر عامتهم فى كيفية التيمم مسح ظاهر الذراعين من رؤس الاصابع الى المرافق وباطنهما من المرافق الى الرسغ كمافى البدائع والجوهرة والعناية فى محيط السرخسى والهندية وفى التحفة والمحيط الرضوى وزاد الفقهاء فالحلية فرد المحتار۔ وايده فى الحلية بما فى رواية للبخارى واخرى لمسلم فى حديث عمار رضى الله تعالى عنه من مسحه صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الضرب ظهر كفيه فيترجح على مافى الكافى ينبغى (۲) ان يضع بطن كفه اليسرى على ظهر كفه اليمنى ويمسح بثلاثة اصابع اصغرها ظاهر يده اليمنى الى المرافق ثم يمسح باطنه بالابهام والمسبحة الى رؤس الاصابع

قربت نہیں۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ تیمّم پر تیمّم مکروہ نہیں، مگر اسے مکروہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ یہ عبث ہے اھ۔ بلکہ قہستانی نے لکھا ہے کہ "مسح کی تکرار نہ کی جائیگی اس لئے کہ یہ بالاجماع مکروہ ہے جیسا کہ کشف میں ذکر ہے" اھ۔ اسی لئے عامہ علماء نے تیمّم کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ کلائیوں کے اوپری حصہ کا، انگلیوں کے سرے کہنیوں تک مسح کرے اور اندرونی حصّے کا کہنیوں سے گٹّے تک مسح کرے۔ جیسا کہ بدائع، جوہرہ، عنایہ میں اور محیط سرخسی پھر ہندیہ میں، اور تحفہ، محیط رضوی، زاد الفقہاء پھر حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے۔ اور حلیہ میں اس کی تائید میں حدیثِ عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متعلق بخاری کی ایک روایت اور مسلم کی ایک دوسری روایت پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہتھیلیاں مارنے کے بعد پشتِ کفِ دست پر مسح فرمایا۔ تو اسے اس پر ترجیح ہوگی جو کافی میں ہے کہ: "یہ چاہئے کہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور تین چھوٹی انگلیوں سے اپنے داہنے ہاتھ کی پشت کا کہنیوں تک مسح کرے۔ پھر پیٹ کی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے "انگلیوں کے سروں"

---

[1] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۹

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۱/۶۸

ثم يفعل باليد اليسرى كذلك[1] اھ ونقل مثله القهستانی عن المحيط ثم استدرك عليه بما فی جامع الامام القاضی ان الكف لايمسح جعلی الصحيح[2] اھ كما قدمنا، والذی فی البحر[عه۱] عن المحيط الرضوی هكذا كيفية التيمّم ان يضرب يديه علی الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما وجهه بحيث لايبقی منه شيئ وان قل ثم يضرب يديه ثانيا علی الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما كفيه وذراعيه كليهما الی المرفقين، وقال مشائخنا يضرب[عه۲] يديه ثانيا	تک مسح کرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے"اھ اسی کے مثل قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے پھر اس پر اس سے استدراک کیا ہے جو جامع امام قاضیخان میں ہے جکہ " صحیح قول کے مطابق ہتھیلی (باطنِ کف) کا مسح نہیں ہوگا"۔ جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے۔ اور البحرالرائق میں محیط رضوی کے حوالے سے اس طرح تحریر ہے تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر اپنے دونوں ہاتھ مار کر جھاڑ لے پھر ان سے چہرے کا اس طرح مسح کرے کہ اس کا ذرا سا حصہ بھی چھُوٹنے نہ پائے۔ پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مار کر جھاڑ لے ان سے اپنی ہتھیلیوں اور دونوں کلائیوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دوسری بار دونوں ہاتھوں کو مارے

عه۱ والمحيط هذا هو الرضوی كما يظهر بمراجعة الحلية ويريد بهذا ان الذی نقل فی البحر عن المحيط الرضوی وفی الهندية عن المحيط للسرخسی خلاف مانقله القهستانی فليكن ان كان فی المحيط البرهانی والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)	یہ محیط، محیط رضوی ہی ہے جیسا کہ حلیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بحر میں جو محیط رضوی کے حوالہ سے، اور ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالہ سے منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے جو قہستانی نے (محیط سے) نقل کیا ہے۔ اگر قہستانی کی نقل کردہ عبارت "محیط برہانی" کی ہو تو ہوسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)
عه۲ الذی فی المحيطين مثله فی التحفة والبدائع و زاد الفقهاء ونصوا جميعا انه احوط كما عزالهم فی الحلية و	دونوں محیط میں جو طریقہ مسح ہے وہی تحفہ، بدائع اور زادالفقہاء میں بھی ہے۔ اور تمام حضرات نے صراحت کی ہے کہ یہ "احوط-" ہے۔ جیسا کہ حلیہ، (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۶۸/۱

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۶۸/۱

ویمسح باربع اصابع یدہ الیسر	اور بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں سے دائیں ہاتھ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

البحر والهندية۔

اقول: اولا سنحقق(۱) ان التراب لایوصف بالاستعمال ففیم الاحتیاط وان فرض اوارید به الصعید الحکمی علی مانحققه فهذا الماء الذی یوصف به اجماعا لایصیر مستعملا فی عضو واحد فی الوضوء وفی شیئ من البدن فی الغسل لان الکل فیه کعضو واحد فما بال التراب یصیر مستعمل فی عضو واحد۔

وثانیا: ان(۲) فرض فلامفر منه لان الکف لایستوعب الذراع لولابل ولاحول المرفق عرضا ولذا کتبت علی قول ش نقلا عن البدائع هذا الاقرب الی الاحتیاط لما فیه من الاحتراز عن استعمال التراب المستعمل بالمقدار الممکن مانصه۔

اقول: انا وبقوله بالقدر الممکن مع ماصرح به فی الاحادیث والروایات ان التیمم ضربتان انه لولم یفعل

بحر اور ہندیہ میں ان کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

اقول، اولا عنقریب ہم تحقیق کرینگے کہ مٹّی مستعمل ہونے سے موصوف نہیں ہوتی پھر احتیاط کس بات میں ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے یا اس سے صعید حکمی مراد لیا جائے جیسا کہ ہم اس کی تحقیق کرنے والے ہیں تو اس صورت میں یہ کلام ہے کہ پانی جو مستعمل ہونے سے بالاجماع موصوف ہوتا ہے وہ بھی وضو میں ایک ہی عضو کے اندر اور غسل میں بدن کے کسی بھی حصّے میں مستعمل نہیں ہوجاتا، اس لئے کہ غسل سب عضو واحد کی طرح ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ مٹّی ایک ہی عضو میں مستعمل ہوجائے؟

ثانیا: اگر صعید حکمی فرض کریں تو بھی اس سے مفر نہیں اس لئے کہ ہتھیلی طول میں پوری کلائی کا استیعاب نہیں کرسکتی، بلکہ عرض میں بھی کہنی کے گرد کا استیعاب واحاطہ نہیں کرتی۔ اسی لئے بدائع سے نقل کرتے ہوئے شامی نے جو یہ عبارت درج کی ہے کہ: "یہی احتیاط سے قریب تر ہے کیونکہ اس میں "بقدر ممکن" مستعمل مٹی کے استعمال سے بچنا حاصل ہوتا ہے"۔ اس پر میں نے یہ لکھا تھا:

اقول: احادیث اور روایات میں تیمّم دو ضرب ہونے کی تصریح کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی عبارت "بقدر ممکن" سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ اگر خاص اس

(باقی برصفحہ آیندہ)

ظاھرہ یدہ الیمنی من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یمسح بکفه الیسری باطن یدہ الیمنی الی الرسغ ویمر باطن ابھامه الیسری علی ظاھر ابھامه الیمنی ثم یفعل بالید الیسری کذلك وھو الاحوط[1] اھ	پشت کا انگلیوں کے سروں سے کہنی تک مسح کرے پھر اپنی بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کے پیٹ کا گٹّے تک مسح کرے۔ اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ دائیں انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے۔ اور یہی زیادہ بااحتیاط طریقہ ہے۔ اھ "

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ذلك وانما استوعب المسح کیفما اتفق اجزاء ہ وذلك لان کل احد یعلم ان دور یدہ قریب المرفق اعظم بکثیر من طول مقدار الکف مع الاصابع فلایمکن ان یحصل الاستیعاب بما ذکروا بل لابد من بقاء مواضع فلولم یجز ذلك لزمت ضربات مکان ھو ضربتین وھو باطل ولذا عبروہ بینبغی لایجیب فالحمدﷲ الذی جعل ھذا الامر واسعا[2] اھ ماکتبت علیه والاٰن اقول اذا لم یحصل به المقصود لم یکن الا تکلفا فما احسن ما فی البدائع من بعضھم انه یمسح من دون تلك المراعات والا یتکلفا ۱۲ منه غفرله۔ (م)	طریقہ پر مسح نہ کیا اور جیسے بھی اتفاق ہُوا مسح سے پورے عضو کا احاطہ کرلیا تو تیمّم ہوجائیگا۔ یہ اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ کہنی کے قریب اس کے ہاتھ کا دَور (گھیرا) انگلیوں سمیت ہتھیلی کی مقدار سے بہت زیادہ ہے، توان حضرات کے بتائے ہوئے طریقہ پر بھی اس حصہ کا احاطہ ممکن نہیں، بلاالکہ کچھ جگہیں ضرور مسح سے رہ جائیں گی تواگر یہ (احاطہ مسح کیلئے چھُوٹی ہوئی جگھوں پر مستعمل مٹی کو استعمال کرنا) جائز نہ ہو تو بجائے دو۲ ضربوں کے بہت ساری ضربیں لازم ہوں گی۔ اور یہ باطل ہے۔ اسی لئے مذکورہ طریقہ کو "مناسب "فرمایا" واجب "نہ کہا۔ تو خدا کا شکر ہے کہ اس نے کام میں وسعت رکھی ہے۔ شامی پر میری لکھی ہوئی عبارت ختم ہوئی۔ اور اب میں یہ کہتا ہوں کہ اس طریقہ مسح سے بھی جب مقصود (مستعمل مٹی کے استعمال سے احتراز) حاصل نہیں تو یہ بس تکلف ہی ہے اس لئے بعض حضرات سے بدائع میں جو منقول ہے کہ "اس رعایت کے بغیر مسح کرلے اور تکلف میں نہ پڑے" وہ بہت عمدہ اور کیا خوب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/۱۴۰-۴۱

[2] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

ومثل الصفة فی الھندیة عن محیط السرخسی وبالجملة فالصحیح الرجیح المشھور المذکور للجمھور ھو ترك مسح بطن الکفین۔

اقول: فاذن مافی الذخیرة نقلا عن محمد فی الاصل ثم یضرب اخری وینفضھما ویمسح بھما کفیه وذراعیه الی المرفقین [1] اھ المراد فیه بکفیه ظاھرھما کماقال فی الحلیة فی عبارة شرح الجامع الصغیر ھل یمسح الکف الصحیح لاان المراد بالکف باطنھا لاظاھرھا [2] اھ

فان قلت فیھا ایضا عن الذخیرة قال مشائخنا الاحسن فی مسح الذراعین ان یمسح بثلاثة اصابع یدہ الیسری ظاھر یدہ الیمنی الی المرفقین ویمسح المرفق ثم یمسح باطنھا بالابھام والمسبحة الی رؤس الاصابع وھکذا یفعل بالید الیسری ولوتیمم بجمیع الاصابع والکف من غیران یراعی

یہی طریقہ ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے لکھا ہوا ہے۔ الحاصل صحیح، راجح، مشہور جمہور کا بیان کیا ہوا قول یہی ہے کہ ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح نہیں کیا جائیگا۔

اقول: اس تحقیق سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام محمد سے اصل کے حوالے سے ذخیرہ میں جو یہ عبارت نقل کی ہے کہ "پھر دوسری بار ہاتھ مارے اور دونوں کو جھاڑلے اور ان سے اپنی ہتھیلیوں کا اور کہنیوں سمیت کلائیوں کا مسح کرے" اھ۔ اس میں ہتھیلیوں سے مراد ان کی پشت ہے جیسے حلیہ میں شرح جامع صغیر کی عبارت "کیا ہتھیلی کا مسح کریگا؟ صحیح یہ ہے کہ "نہیں" سے متعلق لکھا ہے کہ "(یہاں) ہتھیلی سے مراد اس کا باطن ہے ظاہر نہیں" اھ۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اسی (حلیہ) میں ذخیرہ سے یہ بھی نقل ہے کہ "ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ کلائیوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اپنے دائیں ہاتھ کے ظاہر کا کہنیوں تک مسح کرے اور کہنی کا مسح کرے، پھر اس ہاتھ کے اندرونی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے "انگلیوں کے سروں" تک مسح کرے۔ اور اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ اور اگر

---

[1] المبسوط لامام محمد باب التیمم بالصعید ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۳

[2] حلیہ

الکف والاصابع یجوز[1] اھ

اقول: لاتنکر الخلاف فقد افید بالتصحیح لکن اذا ثبت الصحیح لایعدل عنه وقد ذکرہ قاضی خان فی بیان صفة التیمّم انه یضع بطن کفه الیسری علی ظهر کفه الیمنی ویمد من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یدیر الی بطن الساعد ویمد الی الکف وهل یمسح الکف قال بعضهم لالانه مسح مرة حین ضرب یدیه علی الارض ثم یضع بطن کفه الیمنی علی ظهر کفه الیسری ویفعل مافعل بالیمنی[2] اھ خانیه فهذہ الصفة لیست الابیان ماهو الاولی فی التیمم وقد اخرج منه مسح بطن الکفین فلم یکن اولی فکان عبثا فکان مکروها والله تعالٰی اعلم۔

ثمّ مذهب صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه انه لایحتاج الی شیئ یلتزق

انگلیاں اور ہتھیلی سب ملا کر ہتھیلی اور انگلیوں کی رعایت کیے بغیر تیمّم کرلیا تو بھی جائز ہے"۔ اھ۔

اقول: (تو جواب یہ ہوگا) ہمیں اختلاف سے انکار نہیں ترک مسح خفین کو قول صحیح بتانے سے ہی یہ مستفاد ہوجاتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے لیکن جب قول صحیح ثابت ہو تو اس سے عدول وانحراف کی گنجائش نہیں۔ اسے قاضیخان نے طریقہ تیمّم کے بیان میں ذکر بھی فرمایا ہے کہ "وہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک کھینچے گا، پھر کلائی کے پیٹ کی جانب گھمائے گا اور ہتھیلی تک لے جائے گا، کیا ہتھیلی کا بھی مسح کریگا؟ بعض حضرات نے فرمایا: نہیں۔ کیوں کہ جب زمین پر اپنے ہاتھوں کو مارا اس وقت ایک بار اس کا مسح کرلیا۔ پھر اپنی داہنی ہتھیلی کا پیٹ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور وہی کرے گا جو دائیں میں کیا"۔ اھ خانیہ۔ یہ طریقہ کیا ہے؟ اس کا بیان ہے جو تیمّم میں بہتر واولٰی ہے اور ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح اس سے خارج کردیا تو یہ اولٰی نہ ہوا پس یہ عبث تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ **پھر** صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی حاجت نہیں کہ ہاتھ سے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

بالید بل السنة ازالته بالنفخ والنفض وقد قدمناه تحت الوجه الثانی عن البدائع وفیها ایضا التعبد ورد بمسح کف مسه التراب علی العضوین لاتلویثهما به[1] اھ۔

وفی الکافی(۱) ینفض یدیه مرة وعن ابی یوسف مرتین ولاخلاف فی الحقیقة لانه ان تناثر ماالتصق بکفه من التراب بنفضة یکتفی بها والانفض نفضتین لان الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لااستعمال التراب فانه مثله[2] اھ ومثله عنه فی البرجندی ومعناه فی الحلیة وغیرها ولا یتقید بنفضتین ایضا بل ینفض الی ان یتناثر فقد قال فی الهدایة ینفض یدیه بقدر مایتناثر التراب کیلا یصیر مثلة[3] اھ

فمن کان جالسا علی فرش من رخام فقام معتمدا بکفیه علیه

کچھ مٹّی چپک جائے بلکہ سنّت یہ ہے کہ پھونک کر اور جھاڑ کر اسے دُور کردیا جائے۔ اسے تعریف دوم کے تحت بدائع کے حوالے سے ہم نقل بھی کرچکے ہیں۔ بدائع میں یہ بھی ہے کہ "حکمِ شرع یہ آیا ہے کہ جو ہتھیلی مٹّی سے مس ہوچکی ہے اسے دونوں عضووں پر پھیرا جائے یہ حکم نہیں کہ اس سے دونوں کو آلودہ کیا جائے"۔ اھ

اور کافی میں ہے "اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار جھاڑلے گا۔ اور امام ابویوسف سے روایت ہے کہ دو بار۔ اور درحقیقت کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ اگر ایک ہی بار جھاڑنے سے ہتھیلی پر چپکی ہوئی مٹی جھڑ جائے تو اسی پر اکتفاء کرے ورنہ دو بار جھاڑے کیونکہ واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جاچکی ہے اس سے مسح کرے یہ واجب نہیں کہ مٹّی کو استعمال کرے یہ تو مثلہ ہے"۔ اھ اسی کے مثل کافی کے حوالہ سے برجندی میں نقل ہے، اور حلیہ وغیرہا میں اس کے ہم معنی عبارت تحریر ہے۔ اور دو ہی بار جھاڑنے کی بھی کوئی پابندی نہیں بلکہ یہاں تک جھاڑے کہ مٹّی جھڑ جائے۔ کیونکہ ہدایہ میں یہ فرمایا ہے: "اپنے ہاتھوں کو اس قدر جھاڑے گا کہ مٹّی جھڑ جائے تاکہ مثلہ نہ ہو اھ تو جو شخص کسی سنگِ مرمر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس پر ٹیک دیتے ہوا

---

[1] بدائع الصنائع رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴٦

[2] کافی

[3] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۴

ثم بعد زمان اراد ان یتیمّم فاجتزاء بذلك المس الذی وقع بین الرخام وکفیه عند القیام فمتی تیمّم صعیدا طیبا للطهور حین کان الصعید بکفیه لم یقصد وحین قصد لاصعید وانما ورد القصد علی کفین صفرین فالظاهر ان الصواب فیه مع السید الامام ابی شجاع وقد علمت قوۃ ماله من التصحیحات وکثرتها سواء(۱) قلنا برکنیة الضربتین اولالان المساس الواقع بین الکفین والتراب لایصیر مطهرا الا اذا کان منویا۔

نعم ان(۲) التصق بکفیه تراب کاف للتیمم ونوی الاٰن جاز لصدق قصده الی صعید طیب للتطهیر وکم له فی الفروع المارۃ من نظیر فان حملنا علیه قول التجویز کان توفیقا وباللّٰه التوفیق واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

کھڑا ہوا پھر کچھ دیر بعد تیمّم کرنا چاہا تو کھڑے ہوتے وقت اس کی ہتھیلیوں اور سنگِ مرمر کے درمیان جو مس پایا اسی پر اکتفا کرلیا تو اس نے طہارت کے لئے پاک صعید کا قصد کب کیا؟ جب صعید اس کی ہتھیلیوں سے متصل تھی اُس وقت قصد نہ کیا۔ اور جب قصد کیا اس وقت صعید نہیں۔ بس خالی ہتھیلیوں پر قصد کا عمل پایا گیا۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صواب ودرستی سید امام ابوشجاع کے ساتھ ہے۔ اور ان کی تصحیحات کی قوت اور کثرت بھی معلوم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ دونوں ضربیں رکنِ تیمّم ہیں یا نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ہتھیلیوں اور مٹی کے درمیان پایا جانے والا عمل مس اسی وقت مطہر ہوتا ہے جب مقصد ونیت کے ساتھ ہو۔

ہاں اگر اس کی ہتھیلیوں سے اتنی مٹّی لگی ہُوئی موجود ہو جو تیمّم کیلئے کافی ہے اور اب نیت کرلی تو جائز ہے کیونکہ اب یہ بات صادق آگئی کہ اس نے تطہیر کیلئے پاکیزہ صعید کا قصد کیا۔ گزشتہ جزئیات میں اس کی بہت سی نظیریں بھی آچکی ہیں۔ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد پائی جانیوالی نیت سے تیمّم جائز قرار دینے والے قول کو اگر اس معنٰی پر محمول کرلیا جائے تو دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہوجائے گی (جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ہاتھوں پر بقدر کافی پاک صعید موجود ہو اور عدمِ جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ایسا نہ ہو۔ م۔ ا) واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

الثامن: اظہر(١) منه الامر فی ثمرة الخلاف الاخری فان(٢) التراب بامساس الکفین به للطهور یکسبهما باذن الله تعالٰی وصف التطهیر حتی انه بنفسه یخرج من البین وان کان له بقیة تزال بنفض الیدین ومستحیل ان یکون نجس مطهرا فاذا ضرب ثم احدث قبل المسح فقد صار کفاه غیر طاهرتین فکیف تبقیان مطهرتین۔

وما استدلوا(٣) به للسید الامام انه علی الرکنیة یقع الحدث فی خلال التیمم۔

فاقول: حاصل علی کل حال لما قدمنا انفا من ان الکفین قد طهرتا بالضرب حتی لایمسحهما علی الصحیح فالحدث الواقع بعد الضرب لایقع الا وقد اتی ببعض التیمم وان لم تکن الضربة رکنا اماحدیث من ملأ کفیه

بحث۸: عہ اختلاف کے ثمرہ دیگر کا معاملہ اس سے زیادہ روشن ہے۔ اس لئے کہ ہتھیلی کو طہارت کیلئے جب مس کیا جاتا ہے تو مٹّی باذنِ الٰہی ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خود مٹی درمیان سے نکل جاتی ہے۔ اگر کچھ باقی رہ بھی گئ تو ہاتھوں کو جھاڑ کر دُور کردی جاتی ہے۔ اور یہ محال ہے کہ کوئی نجس مطہِّر ہو۔ تو جب اس نے زمین پر ہاتھ مارے پھر مسح سے پہلے اسے حدث عارض ہوگیا تو اب اس کی ہتھیلیاں تو بے طہارت ہو گئیں جبھر وہ خود غیر طاہر ہو کر مطہّر کیسے رہ جائیں گی؟ اب وہ بات رہی جس سے سید امام ابو شجاع کی حمایت میں استدلال کیا گیا ہے کہ ان کے رکنیت ضرب کے قول پر یہ لازم آرہا ہے کہ حدث درمیان تیمّم میں واقع ہوا۔

فاقول: یہ تو بہرحال لازم ہے کیونکہ ابھی ہم بتا چکے کہ ضرب سے ہتھیلیاں پاک ہو گئیں اب قولِ صحیح کی بنیاد پر، ان پر دوبارہ مسح نہ کیا جائے گا۔ تو ضرب کے بعد پایا جانے والا حدث اسی حالت میں واقع ہو رہا ہے جب کہ کچھ تیمّم ہوچکا ہے اگرچہ ضرب رکن تیمّم نہ ہو (عدمِ رکنیت ضرب کے قول پر حدث بھی ضرب مذکور سے اگلا مسح درست

عہ بحث سابق سے معلوم ہوا کہ ضرب کفایت نیت کی بات کسی قول پر بھی راست نہیں آتی اور اسے ضرب کی رکنیت اور عدمِ رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ شمار کرانا کسی طرح درست نہیں۔ اب حضرت مصنف نے تعریف ہشتم کے بعد ذکر شدہ پہلے ثمرہ اختلاف پر کلام کیا ہے وہ ثمرہ یہ بیان کیا گیا تھا کہ بعد ضرب اگر متیمم کو حدث عارض ہوا تو قولِ رکنیت پر یہ ضرب تیمّم کے لئے کافی نہ ہوگی اور قولِ دیگر پر کافی ہوگی ۱۲م۔ الف)

ماء فاحدث كان له ان يستعمله[1]۔ **فاقول**: يجب عـه ان يكون فى اول مااغترف قبل ان يغسل شيئا من الاعضاء	ہونے کے ثبوت میں) یہ جو کہا گیا تھا کہ کسی نے اپنی ہتھیلیوں میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو بھی وہ اس پانی کو وضو کیلئے استعمال کرسکتا ہے (ایسے ہی ضرب کے بعد حدث ہوا تو بھی وہ اس سے تیمّم کرسکتا ہے) **فاقول**: ضروری ہے کہ یہ اس وقت ہو جب اس نے پہلی بار چلّو میں پانی لیا اور ابھی کوئی عضو

عــه وكتبت ههنا فيما علقت على ردالمحتار اقول المراد من ملأ كفيه ماء اول الوضوء ليغسل به يديه الى رسغيه لانه لم يزد هذا الحدث الاملاقاة الماء كفا ذات حدث وقد كان هذا حاصلا قبل هذا الحدث لكونه محدثا من قبل فكما جاز للمحدث ان يملأ كفيه ماء يغسل به يديه ولا يكون به مستعملا للماء المستعمل لان الاستعمال بعد الانفصال فكذا اذا احدث بعد الاغتراف امامن غسل يديه ثم اغترف للوجه فاحدث لم يجز له ان يغسل به وجهه	میں نے اس مقام پر حاشیہ ردالمحتار (جدالممتار) میں لکھا ہے اقول مراد یہ ہے کہ جس نے شروع وضو میں گٹوں تک ہاتھوں کو دھونے کیلئے اپنی ہتھیلیوں میں پانی بھرا، اس لئے کہ اس حدث سے صرف یہی بات زیادہ ہوئی کہ حدث والی ہتھیلی سے پانی کا اتصال ہوا، اتنی بات تو اس سے پہلے وہ محدث وبے وضو تھا تو جیسے محدث کو اپنی ہتھیلیوں میں ہاتھوں کو دھونے کیلئے پانی بھر لینا جائز ہے، اور اس سے وہ مائے مستعمل کو استعمال کرنے والا نہیں قرار پاتا کیوں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب وہ عضو سے جُدا ہوجائے۔ تو یہی بات اُس صورت میں بھی ہوگی جب وہ چلّو لینے کے بعد حدث کرے۔ لیکن وہ شخص جس نے اپنے ہاتھوں کو دھولیا پھر چہرے کیلئے چُلّو میں پانی لیا اور اب اسے حدث ہوگیا تو اس کیلئے اس پانی سے (باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱۱۰/۱

والالکان حدثاً فی خلال الوضوء وحینئذ(۱) لامانع من ان یصرفه فی غسل یدیه لانهما کانتا محدثتین عند الغرف وقد لاقاهما الماء وبقی سائغ الاستعمال لعدم الانفصال فالحدث بعد الغرف لایزیده شیئا فوق ذلك والمطهر هو الماء لایداه بخلاف ماهنا(۲) فان کفیه هما اعتبرتا مطهرتین بعد الضراب لا التراب الذی لاحاجة الیه بل لوکان ازیل۔

نہ دھویا ہو ورنہ یہ حدث درمیان وضو میں ہوگا۔ اور شروع ہی میں جو پانی لیا اور حدث ہوگیا تو اس پانی کو اپنے ہاتھوں کے دھونے کے عمل میں صرف کرنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ یہ دونوں ہاتھ تو چُلّو لینے کے وقت بھی محدث وبے طہارت تھے اب ان سے پانی کا اتصال ہوا اور اسے استعمال کرنا جائز رہا کیوں کہ ابھی پانی ہاتھ سے جُدا نہ ہوا (اور پانی جب تک عضو سے جدا نہ ہو وہ مستعمل اور غیر مطہر قرار نہیں پاتا) چلّو لینے کے بعد حدث پایا گیا تو یہ حدث ہاتھوں کی حالت میں سابقہ حالت سے زیادہ کوئی اضافہ تو نہیں کررہا ہے (پہلے بھی پانی محدث ہاتھوں میں ہی تھا اور اب بھی محدث پانی ہاتھوں میں ہی ہے) اور مطہّر پانی ہی ہے اس کے دونوں ہاتھ مطہر نہیں ہیں بخلاف تیمّم والی صورت کے، کیوں کہ یہاں تو اس کی دونوں ہتھیلیاں ہی ضرب کے بعد مطہّر مانی گئی ہیں، نہ کہ وہ مٹی جس کی اب کوئی ضرورت نہ رہی بلکہ اگر ہاتھ پر لگی بھی ہو تو وہ جھاڑ دی جائے گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما اشار الیه بقوله صار کما لو احدث فی الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء وذلك لان الماء ینفصل عن ید محدثة فیصیر مستعملا فلایبقی طهورا فافهم [1] اھ ما کتبت علیه ۱۲ منه غفرله۔ (م)

چہرہ دھونا جائز نہیں۔ جیسا کہ اس کی طرف اپنے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ایسا ہوا جیسے بعض اعضا دھونے کے بعد درمیان وضو اسے حدث ہوا یہ اس لئے کہ یہ پانی (جب ہاتھ سے چہرے پر ڈالے گا اسی وقت وہ) محدث ہاتھ سے جدا ہوگا تو مستعمل ہوجائے گا پھر مطہر نہ رہ جائے گا (کہ اس سے چہرہ دھوسکے) فافہم۔ اسے سمجھو۔ ردالمحتار پر میرا لکھا ہُوا حاشیہ ختم ہوا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/۱۴۱

ثمّ اقول: لم یظهر (۱) للعبد الضعیف مافرق به ههنا بین الحدث بعد الاغتراف قبل التطهر والحدث فی خلاله غیر ان هذا یبطل ماسبق وذلك لاسابق له فمبطله ولاکلام فیه انما کلام فی جواز استعماله ولامدخل فیه لسبق بعض التطهر وعدمه فیما اعلم فان(۲) من غسل وجهه ثم ملا کفیه لغسل یدیه فاحدث بطلت طهارة وجهه اما یداه فقد کان الحدث فیهما الی الاٰن ولم یزد بانضیاف هذا الجدید ولم یصر الماء مستعملا بعد لعدم الانفصال فلم لایجوز ان یغسل به ذراعیه وما هو الاٰن الا کمن اغترف اول وهلة لانه قدعاد کماکان فالماء یلاقی کفا محدثة فی الوجهین فینبغی ان یجوز حیث یجوز ثمه ولاحیث لا فلیحرر ولیتأمل۔

فانی متعجب کیف توارده

ثمّ اقول: چلّو لینے کے بعد عمل طہارت سے پہلے حدث ہونے اور عمل طہارت کے درمیان حدث ہونے میں یہاں جو فرق کیا گیا ہے وہ بندہ ضعیف پر واضح نہ ہوا دونوں میں آخر کیا فرق ہے؟ سوائے اس کے یہ حدث (جو کچھ وضو ہو جانے کے بعد عارض ہوا) ماسبق وضو کو باطل کر دیتا ہے اور وہ (جو چلّو لینے کے بعد شروع ہی میں عارض ہوا) اس سے پہلے کچھ عمل وضو وجود میں آیا ہی نہیں کہ اسے باطل کرے۔ اور کلام اس میں نہیں، کلام تو اُس پانی کے استعمال کے جواز میں ہے اور اس مسئلہ میں میرے علم کی حد تک اس کا کوئی دخل نہیں کہ کچھ وضو پہلے ہو چکا ہے یا ابھی کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اس لئے کہ جس نے چہرہ دھولیا پھر ہاتھ دھونے کیلئے چلّو میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کے چہرے کی طہارت تو ختم ہو گئ، رہ گئے ہاتھ تو ان دونوں میں تو اب تک حدث موجود ہی تھا، وہ اس جدید حدث کے ملنے سے زیادہ نہ ہوا، نہ ہی پانی مستعمل ہوا کیونکہ ابھی ہاتھ سے جدا نہیں ہوا پھر اس سے کلائیاں دھولینا کیوں جائز نہیں؟ وہ اِس وقت اُسی کی طرح ہے جس نے شروع شروع چلّو لیا، اس لئے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا ہے تو پانی کا اتصال دونوں ہی صورتوں میں محدث ہتھیلی سے پایا جا رہا ہے۔ تو اگر وہاں اس کا استعمال جائز ہے تو یہاں بھی جائز ہونا چاہئے اور اگر وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں ہونا چاہئے۔ اس تفریق کی وضاحت اور اس میں تامل کی ضرورت ہے۔

کیونکہ مجھے حیرت ہے کہ یہ امام اسیجابی، اور

هؤلاء الجلة كالاسبيجابی والعناية والفتح والجوهرة وجواهر الفتاوٰی والحلية والغنية والبحر والشرنبلالی وغيرهم وسكتوا جميعا عليه فلعل فيه سرا لم اصل اليه وقد بينت فی بعض فتاوی فی باب الوضوء انه يبتنی علی احد قيلين ضعيفين فی المذهب فتذكر وتبصر والله تعالٰی اعلم اماهٰهنا فلاسبيل الی الجواز لان الضربة اذا اتت علی الحدث رفعته وكست الكفين صفة التطهير فاذا طرء الحدث عليها ابطل الطهارة	عنایہ، فتح القدیر، جوہرۃ، جواہر الفتاوی، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق کے مصنفین اور شرنبلالی وغیرہم جیسے اجلّہ سب کا اس پر توارد کیسے ہوگیا؟ اور سبھی حضرات نے کیسے اس پر سکوت فرمایا؟ شاید اس میں کوئی ایسی رمز ہو جہاں تک میرے فہم کی رسائی نہ ہو سکی۔ میں تو بابِ وضو میں اپنے ایک فتوے کے اندر یہ بیان کرچکا ہوں کہ اس کی بنیاد ہمارے مذہب کی دو ضعیف روایتوں میں سے کسی ایک پر ہے اسے ذہن میں لائیں اور غور کریں عہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ مگر یہاں تو کوئی صورت جواز نہیں اس لئے کہ حدث کے بعد جب ضرب واقع ہوئی تو اس نے حدث اٹھادیا اور ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی پھر جب اس پر حدث طاری ہوا، اس نے طہارت

عہ مصنف قدس سرہ اس فتوے میں فرماتے ہیں: اقول وباللہ التوفیق۔ انہوں نے استشہاد میں جو یہ مسئلہ بیان کیا کہ "جس نے ہتھیلیوں میں آبِ وضو لیا پھر اسے حدث ہوا پھر اسے بعض وضو میں استعمال کیا تو یہ جائز ہے"۔ یہ دو غیر ماخوذ روایتوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر چل سکتا ہے۔ ایک امام ابویوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہونے کیلئے محدث کا پانی بہانا اور نیت کرنا شرط ہے۔ اور مذکورہ صورت میں دونوں مفقود ہیں۔ دوسری روایت وہ جس پر مشائخ بلخ ہیں کہ جدا ہونے کے بعد بدن یا کپڑے یا زمین یا کسی اور چیز پر پانی کا ٹھہر جانا شرط ہے۔ اور معلوم ہے کہ جب ہتھیلی کا پانی وہ کسی عضو میں استعمال کرے تو ہتھیلی سے جدا ہونا اگرچہ پالیا گیا مگر وہ پانی ابھی ٹھہرا نہیں اس لئے مستعمل نہ ہوگا ___ لیکن صحیح معتمد قول کی بنیاد پر یہ ہے کہ حدث والے بدن سے پانی کا محض مس ہو جانا اور اس سے جدا ہو جانا مستعمل ہونے کا حکم کرنے کیلئے کافی ہے اگرچہ وہاں نہ حدث والے سے بہانا پایا گیا ہو نہ نیت ہو نہ جُدا ہونے کے بعد استقرار ہوا ہو۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی ہتھیلی سے پانی جدا ہونے سے مستعمل ہو جائے گا پھر کسی عضو کے وضو میں اس کا استعمال صحیح نہ ہوگا۔ یہی مجھے سمجھ میں آیا اور یہ بہت واضح ہے اور اسی سے اس قول کا رد مکمل ہو جاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (فتاوی رضویہ جلد ۱ باب الوضوء فتوی نمبر ۵) ۱۲ منہ محمد احمد مصباحی

فابطل التطهير والله تعالٰی اعلم۔ **ثمّ اقول:** لوکان الامر علی ھذا لزم ان من کان مست یداہ جدارا اوارضا اواخذ بیدیه جرۃ اوشیئا من خزف ومضت علیه سنون واحتاج الاٰن الی التیمم لایحتاج لاحد عضویه الی قصد صعید ولامسه اصلا بل ینوی ویمسح وجھه مثلا بکفیه لانه قدکان کفاہ مستا الصعید فی وقت من عمرہ ولایشترط قران النیة ولاینافیه الحدث بعدہ قبل المسح وان کان الف مرۃ لااعلم احدا یقبل ھذا ویجعله تیمما صحیحا شرعیا۔ وبالجملة فالصواب فی کلام الفرعین مع السید الامام ان شاء اللہ تعالٰی ولا(۱) بناء لھما علی رکنیة الضرب فلیسامن ثمرۃ الخلاف فی شیئ فیما اعلم وربی اعلم۔	زائل کردی تو تطہیر کی صفت بھی ختم کردی واللہ تعالٰی اعلم۔ **ثمّ اقول:** اگر معاملہ ایسا ہو (کہ ضرب کے بعد حدث ہوا پھر بھی اس ضرب سے تیمّم جائز ہو) تو لازم آئے گا کہ جس کے ہاتھ کسی دیوار یا زمین سے مس ہوئے یا اپنے ہاتھوں سے کوئی گھڑا یا ٹھیکری کی کوئی بھی چیز پکڑلی پھر اس فعل پر سالہاسال گزر گئے اور اب اسے تیمّم کی حاجت ہوئی تو دونوں عضوؤں میں سے کسی کیلئے بھی نہ صعید (جنسِ زمین) کے قصد کرنے کی ضرورت ہو نہ مس کرنے کی کوئی حاجت۔ بلکہ اب نیت کرلے اور ہتھیلیاں چہرے پر پھیرلے یہی کافی ہوجائے اس لئے کہ یہ ہتھیلیاں عمر کے کسی حصے میں جنسِ زمین سے مس ہوچکی تھیں، نیت کا مس کے ساتھ ہونا شرط ہی نہیں، نہ ہی مس کے بعد مسح سے پہلے حدث ہونا اس کے منافی، اگرچہ ہزار بار حدث ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی نہ اسے مان سکتا ہے نہ ہی اسے صحیح شرعی تیمّم قرار دے سکتا ہے۔ الحاصل دونوں مسئلوں (ضرب کے بعد تیمّم کی نیت ہو تو اس ضرب سے تیمّم نہ ہو پائے گا، ضرب کے بعد حدث ہوجائے تو اس سے بھی تیمّم نہ ہوگا) میں حق وصواب سید امام ابوشجاع کے ساتھ ہے اور ان مسئلوں کی بنیاد اس پر نہیں کہ ضرب رکنِ تیمّم ہے۔ تو میرے علم کی حد تک انہیں ثمرہ اختلاف ہونے سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور میرا رب خوب جاننے والا ہے۔

نعم اذا (۱) ضرب فالتزق بيده من التراب مايكفى للتيمّم ثم احدث ثم مسح بذلك التراب وجهه ناويا اجزأه لان الكف وان بطلت طهارتها وتطهيرها وذهب به الصعيد الحكمى فالصعيد الحقيقى موجود بيده فيكون هذا تيمما بالتراب لابالكف المكتسى بالضرب صفة التطهير۔	**ہاں** جب اس نے زمین پر ہاتھ مارا اس کے ہاتھ میں اتنی مٹی لگ گئ جو تیمّم کیلئے کافی ہو پھر اسے حدث ہو، پھر بہ نیت تیمّم اس مٹی سے اپنے چہرے کا مسح کرلیا تو یہ کافی ہوگا اس لئے کہ ہتھیلی کی طہارت اور تطہیر اگرچہ ختم ہوگئ اور اسی وجہ سے صعید حکمی جاتی رہی مگر صعید حقیقی اس کے ہاتھ میں موجود ہے تو یہ اصل مٹی سے تیمّم کرنا ہوگا ضرب کی وجہ سے صفت تطہیر حاصل کرنے والی ہتھیلی سے نہیں۔
وهذا هو عندى محمل ماتقدم عن الخانية وخزانة المفتين لقولهما فمسح بذلك التراب وجهه ولم يقولا مسح بتلك الكف المحدثة۔	خانیہ اور خزانۃ المفتین کی مذکورۃ الصدر عبارت میرے نزدیک اسی صورت پر محمول ہے اس لئے کہ ان کے الفاظ یہ ہیں: (جب تیمّم کا ارادہ ہوا زمین پر ایک بار ہاتھ مارا پھر اسے حدث ہوگیا) تو "اسی مٹی سے" چہرے کا مسح کرلیا (پھر کہنیوں سمیت ہاتھوں کیلئے دوسری بار ہاتھ مارا) یہ جائز ہے تیمّم ہوگیا اھ یہ نہ فرمایا کہ "اسی بے ہتھیلی سے" مسح کرلیا۔
وليراجع عبارة المضمرات فلعلها كعبارة الخانية والخزانة ولك ان تقرأ قوله لم يعد الضرب بفتح العين وشد الدال من العد دون الاعادة فيكون تصحيحا لما عليه السيد الامام والا فاذا قيدنا ها بكون التراب على كفيه كان توفيقا و	مضمرات کی اصل عبارت بھی دیکھنا چاہئے شاید وہ بھی عبارتِ خانیہ وخزانہ ہی کی طرح ہو (جامع الرموز نے مضمرات کے اصل الفاظ نقل نہ کئے بلکہ یوں لکھا ہے کہ "**لو احدث قبل المسح لم يعد الضرب على الاصح، كما فى المضمرات**" جس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ اگر ہاتھ مارنے کے بعد مسح سے پہلے اسے حدث ہوا تو بر قولِ صحیح ضرب کا اعادہ نہ کرے، یعنی اسی ضرب سے مسح کرلے جیسا کہ مضمرات میں ہے) اس عبارت میں بھی "لم یعد" کو عین کے فتحہ اور دال کی تشدید کے ساتھ بجائے اعادہ کے عدد سے لے کر

باﷲ التوفیق۔	لَمۡ یعَدِّ الضَّرۡب پڑھا جاسکتا ہے۔ اب یہ معنٰی ہوجائیگا کہ اگر قبل مسح حدث ہوگیا تو یہ ضرب، بر قول اصح، شمار نہ کی جائے گی۔ اس صورت میں اس سے اسی قول کی تصحیح حاصل ہوگی جو سید امام ابوشجاع کا ہے اگر یہ نہ پڑھیں تو جب ہم اسے اس صورت سے مقید کردیں (اعادہ ضرب کی حاجت اُس وقت نہیں جب) ہتھیلیوں پر لگی ہُوئی مٹّی بقدر کافی موجود ہو تو دونوں قولوں میں تطبیق وتوفیق ہوجائے گی۔ اور خدا ہی سے توفیق ملتی ہے۔
التاسع: مابحث العلامۃ الحدادی فیما(۱) اذا امر غیرہ لییممہ فضرب المامور یدیہ فاحدث الاٰمر انہ ینبغی بطلانہ علی قول ابی شجاع فعندی(۲) فیہ وقفۃ فان الاٰمر اذا امر ونوی فضرب المامور کفیہ علی الصعید اکسبھما صفۃ التطھیر وصارا صعیدا حکمیا حتی صلحتا لتطھیر الاٰمر بمسحھما وحدث الاٰمر لایخل بشیئ من ذلک لا تزول بہ طھارۃ کفی المامور لینتفی تطھیرھما۔ وقد کان الاٰمر محدثا قبل	**بحث۹:** دوسرے کو حکم دیا کہ مجھے تیمّم کرادے، مامور نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے کہ حکم دینے والے کو حدث عارض ہوا۔ اس پر بحث کرتے ہوئے علّامہ حدادی نے فرمایا کہ ابوشجاع کے قول پر مامور کی ضرب مذکور کو (جس کے بعد قبلِ مسح آمر کو حدثِ جدید عارض ہوا) باطل ہوجانا چاہئے۔ مجھے اس بارے میں کچھ توقف ہے۔ اس لئے کہ آمر نے جب حکم دیا اور نیت کرلی پھر مامور نے اپنی ہتھیلیاں جنسِ زمین پر ماریں تو اس ضرب نے ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی اور وہ صعید حکمی بن کر اپنے مسح سے آمر کو پاک کرنے کے قابل ہوگئیں۔ اور آمر کا حدث اس میں سے کسی بات میں کچھ خلل نہیں لاتا۔ اس کے حدث سے مامور کی ہتھیلیوں کی طہارت تو زائل ہوتی نہیں کہ ان کا وصفِ تطہیر ختم ہوسکے۔ اور آمر تو محدث تھا ہی، ضرب سے پہلے بھی

الضروب وبعدہ مالم یمسح فاجتمع حدث الاٰمر اعنی کونہ محدثا وثبوت صفة التطھیر لکفی المأمور فی وقت واحد ودام الی حصول المسح ولو اشترط الثبوتہ لھما طھارة الاٰمر لدار واستحالت المسألة رأسا فاذ الم ینافہ کونہ محدثا کیف ینافیہ حدثہ الجدید ولایزیدہ شیئا فوق ماھو علیہ الاٰن۔

العاشر : ما(۱) استظھر منہ البحر انہ لایبطل بحدث المأمور فعندی ابعد منہ اذ لو سلمنا انہ یبطل بحدث الاٰمر مع انہ لایوجب تنجیس کفی المأمور وجب بطلانہ بحدث المأمور بالاولی لانہ ینجسھما فیسلبھما الطھارة فیسلبھما التطھیر ولونہ اٰلة لاینفیہ فانہ اٰلة التطھیر فلابدمن طھارتہ اذمالیس بطاھر کیف یفید غیرہ التطھیر فالظاھر عندی عکس ماقالاہ

اور ضرب کے بعد بھی، جب تک کہ مسح نہیں ہو جاتا۔ تو آمر کا حدث یعنی اس کا محدث ہونا اور مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کا ثبوت دونوں چیزیں بیک وقت جمع ہُوئیں اور یہ اجتماع مسح ہو جانے تک قائم ودائم رہا۔ اور اگر مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کیلئے طہارتِ آمر کی شرط لگائی جائے تو دور لازم آئے گا۔ اور اس مسئلہ کا وجود ہی محال ہو جائے گا۔ تو جب اس کا محدث ہونا اس کے منافی نہیں تو یہ حدث جدید کیسے اس کے منافی ہو جائے گا جب کہ وہ مامور کی حالت میں اس سے زیادہ کوئی اضافہ نہیں کرتا جو بروقت اس میں موجود ہے (فی الحال بھی وہ محدث ہی ہے حدث جدید سے بھی محدث ہی رہا تو ضرب پر حدثِ جدید کا کیا اثر؟)

بحث ۱۰: علامہ حدادی کی بحث لے کر صاحبِ بحر نے یہ کہا تھا کہ: "اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ ضرب مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگی اس لئے کہ وہ تو صرف ذریعہ اور آلہ ہے"۔ یہ بات میرے نزدیک پہلی سے بھی زیادہ بعید ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ آمر کا حدث مامور کی ہتھیلیوں کو نجس بنانے کا موجب نہ ہونے کے باوجود مامور کی ضرب کو باطل کر دیتا ہے تو مامور کا حدث اس ضرب کو بدرجہ اولٰی باطل کر دے گا کیونکہ اس کا اپنا حدث تو اس کی ہتھیلیوں کو نجس کرکے ان سے طہارت سلب کر لے گا تو وصفِ تطہیر بھی سلب کر لے گا۔ اور مامور کا ذریعہ وآلہ ہونا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ تطہیر کا آلہ ہے

یبطل بحدث المأمور دون الاٰمر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

الحادی عشر: الابحاث الی ھنا لم تزد اصل الامر الاغمۃ لانہ ثبت ان الفروع العشرۃ متفق علیھا بین ائمتنا ولاضرب فیھا بالمعنی المعروف وھم مجمعون علی رکنیتہ۔ **فاقول**: وباللہ التوفیق قد اوجدناك ان الصعید ضربان حقیقی وحکمی وان التیمم المعھود المعروف المأمور فی الاحادیث القولیۃ والفعلیۃ ھو امساس الکفین بالصعید الحقیقی وسائر العضوین بھذا الصعید الحکمی وغیر المعھود ھو امساس جمیع اجزاء العضوین بالصعید الحقیقی فانقسم التیمم ایضا الی قسمین المعھود بالحقیقی فی الکفین والحکمی فی غیرھما وغیرہ بالحقیقی فی الکل۔

ثم رکن الشیئ وان کان شرعیا وجودلہ فی الاعیان ایضا

تو خود اس کا طاہر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ جو خود ہی طاہر نہیں وہ دوسرے کو تطہیر کیسے عطا کرسکے گا؟ تو ان دونوں حضرات (حدادی وبحر) نے جو فرمایا میرے نزدیک اس کے برعکس ہے۔ ضرب مذکور مامور کے حدث سے باطل ہوجائیگی اور آمر کے حدث سے باطل نہ ہوگی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بحث ۱۱: یہاں تک کی بحثوں سے اصل معاملہ کی پیچیدگی میں اور اضافہ ہی ہوا اس لئے کہ ثابت یہ ہوا کہ مذکورہ دس جزئیات ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہیں اور ان میں ضرب بمعنی معروف کا وجود نہیں، حالانکہ ان ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمّم کا رکن ہے (پھر رکن کے بغیر شیئ کا تحقق کیونکر ہوگیا؟)

فاقول: وباللہ التوفیق۔ ہم بتاچکے ہیں کہ صعید کی دو ۲ قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی اور معروف و معہود تیمّم جو قولی وفعلی احادیث میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو صعید حقیقی سے مس کیا جائے اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کو اِس صعید حکمی (ہتھیلیوں) سے مَس کیا جائے اور غیر معہود تیمّم یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے تمام اجزاء کو صعید حقیقی (جنس زمین) سے مس کیا جائے تو تیمّم دو ۲ قسمیں ہوگئیں: ایک معہود تیمّم صعید حقیقی سے ہتھیلیوں کا، اور حکمی سے بقیہ کا مسح کرنا۔ دوسرا غیر معہود تیمّم صعید حقیقی سے سبھی کا مسح کرنا۔ پھر کسی بھی شیئ کا رکن اگرچہ وہ شرعی ہی ہو اس کے بغیر خارج میں بھی شیئ

بدونه اذبه تقومه كالركوع والسجود للصلاة والايجاب والقبول للنكاح اللهم الا ان يكون ركنا زائدا كالقراءة اماشرطه الشرعى فلايجب ان ينتفى بانتفائه وجوده العينى بل الشرعى الاترى ان اركان الصلاة من القيام والقعود والركوع والسجود والقراءة لاتوقف لشيئ منها فى وجوده العينى على شروطها الشرعية من الطهارة والاستقبال والتحريمة وغيرها وان لم تعتبر شرعا نفقدها غيران من الشروط الشرعية مايحكى حكاية الركن يفتاق اليه الشيئ فى وجوده العينى ايضا كافتياقه الى الاركان ومثل الشرط اشبه شيئ بالركن وكأنه برزخ بين الاركان والشروط السالفة الذكر فلاغرو فى اجراء اسم الركن عليه وذلك كالمكان للصلوٰة والمرأة للنكاح والصعيد للتيمّم۔

اقول: وعلى هذا يبتنى قول شيخ الاسلام العلاّمة الغزى رحمه الله تعالٰى فى

کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ شے کا قوام اور اس کی حقیقت اسی رکن ہی سے بنتی ہے جیسے نماز کیلئے رکوع و سجود اور نکاح کیلئے ایجاب و قبول ہاں مگر یہ کہ رکنِ زائد ہو جیسے قرات مگر شرط شرعی کا معاملہ مختلف ہے اس کے نہ ہونے سے شیئ کے وجود عینی خارجی کا نہ ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کے انتفا سے صرف وجود شرعی کا انتفا ضروری ہے دیکھ لیجئے کہ ارکانِ نماز قیام، قعود، رکوع، سجود، قرات میں سے کوئی بھی اپنے وجود خارجی میں شرائط نماز طہارت، استقبالِ قبلہ، تحریمہ وغیرہا پر موقوف نہیں (ان شرائط کے بغیر بھی وہ ارکان خارجی میں موجود ہو سکتے ہیں) اگرچہ فقدانِ شرائط کے سبب ایسی نماز کا "شرعًا" اعتبار نہیں۔ ہاں کچھ شرعی شرطیں ایسی بھی ہیں جو رکن سے مشابہت رکھتی ہیں کہ شے اپنے وجود خارجی میں ان کی بھی محتاج ہوتی ہے اور کچھ مثل شرط رکن سے مشابہ تر بھی ہیں گویا وہ رکن اور مذکورہ شرطوں کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہیں، تو کوئی عجب نہیں کہ ان کو رکن ہی کے نام سے ذکر کر دیا جائے (اور بجائے شرط کے رکن کہہ دیا جائے) ایسی شرط کی مثال: جیسے نماز کیلئے جگہ، نکاح کیلئے عورت، تیمّم کیلئے صعید۔

اقول: اسی اطلاق پر (شدت مشابہت واحتیاج کی بنا پر شرط کو رکن کہہ دینے پر) متن تنویر الابصار میں شیخ الاسلام علامہ غزّی رحمہ اللہ تعالٰی اور اسکی

متنه التنویر والمدقق العلائی فی شرحه الدر (الاستنجاء ارکانه اربعة) شخص (مستنج) وشیئ (مستنجی به) کماء وحجر (و) نجس (خارج) من احد السبیلین (ومخرج) دبر اوقبل[1] اھ۔ واقره السید العلامة ط معللا ایاه بقوله وذلك لانه الازالة ولاتتحقق الابمزیل وھو الشخص ومزال وھو الخارج ومزال عنه وھو المخرج وآلة ازالة وھو الحجر ونحوه[2] اھ ولم یلتفت الی مااعترض به العلامة السید ح ان حقیقة الاستنجاء الذی ھو ازالة نجس عن سبیل لاتتقوم ولابواحد من ھذه الاربعة[3]۔ وتبعه السید العلامة ش واطالا(ا) بما حاشا العلامتین المصنف والشارح ان یکونا	شرح دُرمختار میں مدقق علائی رحمہ اللہ تعالٰی کی درج ذیل عبارت مبنی ہے: "(استنجأ کے چار ارکان ہیں)۔(استنجأ کرنے والا) شخص--- وہ چیز (جس سے استنجاء کیا جائے) جیسے پانی اور پتھر وہ نجس جو سبیلین میں کسی ایک سے (خارج(۳) ہو (اور مخرج) (۴) پیچھے کا مقام یا آگے کا مقام اھ" سید علامہ طحطاوی نے ذیل کے الفاظ سے اس قول کی علت بتاتے ہوئے اسے برقرار رکھا: "یہ اس لئے کہ استنجاء ازالہ نجاست کا نام ہے اور اس کے تحقق کیلئے ضروری ہے کہ کوئی زائل کرنے والا ہو، وہ شخص(ا) ہے، اور کوئی زائل کیا جانیوالا ہو وہ خارج (۲) ہے، اور کوئی جگہ ہو جہاں سے زائل کیا جائے وہ مخرج (۳) ہے اور کوئی ازالہ کا آلہ وذریعہ ہو وہ پتھّر (۴) وغیرہ ہے"اھ سید طحطاوی نے علامہ سید حلبی کے اس اعتراض کی طرف التفات نہ کیا کہ "استنجا جو کسی ایک راستے سے نجس چیز کو دُور کرنے کا نام ہے اس کی حقیقت ان چاروں سے یا ان میں کسی ایک سے بھی نہیں بنتی"۔ (پھر انہیں رکن کیسے کہہ دیا گیا؟) سید علّامہ شامی نے بھی اس اعتراض میں سید حلبی کی پیروی کی اور دونوں حضرات نے وہ سب ذکر کرکے کلام طویل کیا جس سے مصنف وشارح

---

[1] الدرالمختار فصل الاستنجاء مجتبائی دہلی ٥٦/١

[2] طحطاوی علی الدرر فصل الاستنجاء بیروت ١٦٤/١

[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء مصطفٰی البابی مصر ٢٤٦/١

غافلين عنه وانما اخذا بيان حقيقته هذا فيه[عـه] في صدر هذا الكلام ثم لايخفى عليك ان المراد بالضرب هو الامساس لاخصوص مافي مدلوله من الشدة وان كان اولى في بعض الصور۔ ففي الخانية والخلاصة اماصورة التيمم ماذكر في الاصل قال يضع يديه على الصعيد وفي بعض الروايات يضرب يديه على الصعيد فاللفظ الاول ان يكون على وجه اللين والثاني ان يكون الوجه مع وجه الشدة وهذا اولى ليدخل التراب في اثناء الاصابع[1] هذا لفظ الخانية واختصره في الخلاصة بقوله قال في الاصل يضع يديه على الصعيد وفي بعض الروايات يضرب يعني الوضع على وجه الشدة وهذا اولى[2] اھ۔	علیہما الرحمۃ کا غافل رہنا بعید ہے، خود ان حضرات (حلبی وشامی) نے تیمّم کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ ابتدائے کلام میں خود ان ہی کے منہ سے سُن کر اخذ کی ہے۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضرب سے مراد مس کرنا ہے ضرب (مارنے) کا لفظ جس شدت پر دلالت کررہا ہے خاص وہ مراد نہیں اگرچہ وہ بعض صورتوں میں اولٰی ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے: اپنے ہاتھوں کو جنس زمین پر مارے تو پہلی عبارت کی صورت یہ ہے کہ نرمی کے طور پر ہو دوسری کی صورت یہ کہ زمین پر سختی کے ساتھ ہاتھ رکھتا ہو۔ اور یہ اولٰی ہے تاکہ مٹی انگلیوں کے درمیان داخل ہوجائے"۔ یہ خانیہ کے الفاظ ہیں۔ اسے خلاصہ میں اس طرح مختصر کیا ہے: "اصل میں فرمایا: اپنے ہاتھوں کو صعید پر رکھے اور بعض روایات میں ہے: مارے اس سے سختی کے ساتھ رکھنا مراد ہے اور یہ اولٰی ہے اھ۔

عـه اى من فم الشارح حيث قال الاستنجاء ازالة نجس عن سبيل فلايسن من ريح وحصاة ونوم وفصد[3] اھ ۱۲ منه غفرله (م)	یعنی حضرت شارح کی زبانی انہوں نے فرمایا ہے: استنجاء کسی ایک راستے سے نجس چیز دور کرنا ہے۔ تو ریح، کنکری، نیند اور فصد کی وجہ سے استنجاء مسنون نہیں اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کیفیۃ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[3] درمختار فصل فی الاستنجاء ۱/۵۶

اقول: وهذا اولى كيلا يتوهم من لفظ الخانية فى اللفظ الاول ان الوضع يختص باللين وانما المعنى انه يشمله وماعلل به اولوية الضرب فى الخانية به عللوها فى غير ما كتاب كغاية البيان والعناية والحلية والبحر وغيرها۔

اقول: فيقتصر على ماينفصل منه تراب اونقع دون نحو حجر املس ولذا قلت فى بعض الصور نعم ان نظر الى وروده فى الأثار كما علل به فى المستصفى وثنى به فى الحلية فلايبعد اولويته مطلقًا لاتباع اللفظ الوارد۔

وبالجملة فليس اللازم الا الامساس ومن البين ان التيمم المعهود لاتحقق له فى الخارج الابه لانه مسح الكفين بالصعيد الحقيقى وبقية العضوين بالكف الموضوع على الصعيد كماتقدم عن الكافى والبرجندى ان الواجب المسح بكف موضوع على

خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "تیمّم کی صورت وہ ہے جو اصل (مبسوط) میں ذکر کی ہے۔ فرمایا: اپنے ہاتھوں کو صعید (جنسِ زمین) پر رکھے

اقول: اور یہ تعبیر (خلاصہ کی عبارت) اولٰی ہے تاکہ وہ وہم نہ پیدا ہو جو پہلی عبارت کی توضیح میں خانیہ کے الفاظ سے پیدا ہو رہا تھا کہ رکھنے کا لفظ صرف نرمی والی صورت سے ہی مخصوص ہے جب کہ رکھنے سے مراد عام ہے (نرمی کے ساتھ ہو یا سختی کے ساتھ) خانیہ میں ضرب کے اولٰی ہونے کی جو علت بتائی ہے وہی غایۃ البیان، عنایہ، حلیہ، البحر الرائق وغیرہا متعدد کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

اقول: یہ علت (ضرب سے مٹی کا انگلیوں کے درمیان داخل ہو جانا) اسی چیز پر ضرب سے خاص ہے جس سے مٹّی یا غبار جدا ہوسکے چکنے پتھر جیسی چیز پر ضرب میں یہ علّت نہ پائی جائے گی۔ اسی لئے میں نے اسے "بعض صورتوں میں اولٰی" کہا ہاں اگر اس پر نظر کی جائے کہ لفظ ضرب آثار میں وارد ہے (اسی لئے اس پر عمل اولٰی ہے) جیسا کہ مستصفی میں یہی علت بتائی ہے اور حلیہ میں اسے دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے تو بعید نہیں کہ اس بنیاد پر ضرب مطلقًا اولٰی ہو کیونکہ اس میں لفظ حدیث کا اتباع ہوگا۔

الحاصل لازم وضروری صرف مس کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر خارج میں تیمّم معہود کا تحقق بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ تیمّم معہود یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا صعید حقیقی سے، اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کا صعید پر رکھی ہوئی ہتھیلی سے مسح ہو۔ جیسا کہ کافی اور برجندی کے حوالے سے گزر چکا کہ "واجب یہ ہے کہ مسح اس ہتھیلی سے ہو جو زمین پر رکھی

الارض [1] وعن البدائع ان الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین [2] اھ فاذالم یضرب لم یتحقق شیئ منھما فلاوجود لارکانه الابھذا الشرط۔

وھذا مع شدة وضوحه ربما یزیده ایضاحا ان من قام عن نومه فجعل یمسح النوم عن وجھه وامر کفیه علی ذراعیه رفعا للکسل اوتوضأ فمسح الماء عن وجھه وذراعیه لیس لاحدان یتوھم ان قدتحقق ارکان التیمم فی الخارج فثبت عــه ان الضربتین من الشرائط

جاچکی ہے"۔اور بدائع کے حوالے سے گزرا کہ "شرط یہ ہے کہ رُوئے زمین پر مارے ہوئے ہاتھ سے چہرے اور ہاتھوں کو مس کیا جائے "اھ توجب ضرب ہی نہ ہو تو دونوں (صعید حقیقی سے مسح اور صعید حکمی سے مسح) میں سے کسی کا تحقق نہ ہوگا تو اس شرط کے بغیر تیمّم معہود کے ارکان کا وجود ہی نہ ہوگا۔ بہت واضح ہونے کے باوجود اس کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص نیند سے اُٹھ کر اثر دُور کرتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کلائیوں پر بھی سُستی دُور کرنے کیلئے ہتھیلیاں پھیر لیں، یا کسی کو وضو کرنا ہوا تو اپنے چہرے اور کلائیوں پر پانی سے مسح کیا ان صورتوں میں کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ خارج میں تیمّم کے ارکان متحقق ہوگئے تو ثابت ہوا کہ دونوں ضربیں ایسی شرطوں میں سے ہیں کہ

عــه **اقول:** وکان یمکن ان یرجع الی ھذا قول السید ط لماذکر الدر الصعید من شرائط التیمم قال ھو جزء الحقیقة لانھا مسح الوجه والیدین علی الصعید لکنه رحمه اللہ تعالٰی زاد بعده ولیس بشرط فجعله

اقول: در مختار کی عبارت "صعید شرائط تیمّم سے ہے" پر سید طحطاوی نے فرمایا صعید حقیقت تیمّم کا جز ہے اس لئے کہ وہ صعید پر ہاتھ اور چہرے پھیرنے کا نام ہے۔ سید طحطاوی کی اس عبارت کو بھی اسی طرف پھیرا جاسکتا تھا کہ شرط کو جزو حقیقت (رکن) کہہ دیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے بعد ہی یہ کہہ کر کہ "وہ (صعید) شرط نہیں" اپنی عبارت کو

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی فصل التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۴٦/۱

[2] بدائع الصنائع فصل مایتیم بہ سعید کمپنی کراچی ۵۴/۱

التی لاتحقق التیمم المعهود فی الاعیان ایضا الابهما فناسب ان تسمیا رکنین۔

اما التیمم الغیر المعهود فلا یتوقف علیهما بل یتحقق بادخال المحل فی موضع الغبار وبتحریکه فیه وبامرار الید علی النقع الواقع علی المحل وبامرار الصعید علیه کمامر تقریر کل ذلک۔ فظهر وللّٰه الحمد ان مراد ائمتنا بالضرب امساس الکف بالصعید وبالرکن الشرط الذی لاتصور المشروط بدونه وبالتیمّم التیمم المعهود وهو کلام حق لاغبار علیه۔

اما الفروع العشرة فکلها فی التیمم الغیر المعهود فعدم الضرب فیها لاینافی رکنیته للتیمم المعهود وبهذا التحقیق الانیق الحقیق بالقبول* تلتئم کلمات الائمة الفحول* وتندفع الشبهات عن الفروع و

ان کے بغیر خارج میں بھی تیمّم معہود کا تحقق نہیں ہوسکتا اس لئے انہیں رکن کا نام دینا مناسب ہوا۔

لیکن تیمّم غیر معہود ان دو ضربوں پر موقوف نہیں، وہ یوں بھی متحقق ہوجاتا ہے کہ اعضائے تیمّم کو غبار کی جگہ داخل کردے، یا اس میں ان اعضاء کو جنبش دے لے یا اعضاء پر پڑے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیرلے یا جنسِ زمین سے کوئی چیز اٹھا کر ان اعضا پر پھیرلے۔ جیسا کہ ان سب کی تقریر گزرچکی۔ تو بحمد اللہ ظاہر ہوا کہ ضرب سے ہمارے ائمہ کی مراد صعید سے ہتھیلی کو مس کرنا، اور رکن سے مراد ایسی شرط جس کے بغیر مشروط کا تصور نہیں ہوتا، اور تیمّم سے مراد تیمّم معہود اور یہ بالکل بے غبار اور برحق کلام ہے۔

رہ گئے وہ دسوں ۱۰ جزئیات تو وہ سب تیمّم غیر معہود سے متعلق ہیں ان میں ضرب کا نہ ہونا تیمّم معہود میں رکنیت ضرب کے منافی نہیں۔ اس دلکش، لائق قبول تحقیق سے ائمہ فحول کے کلمات میں مطابقت و موافقت ہوجاتی ہے، اور فروع و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مفسّرا بغیر قابل للتاویل وعلی(۱) هذا یلزم ان یکون الوجه والیدان ایضا اجزاء حقیقة التیمم والبصر جزء حقیقة العمی وهو کماتری ۱۲منه غفرله۔ (م)

مفسَّر ناقابل تاویل بنادیا اور اس پر یہ لازم آئے گا کہ چہرا اور دونوں ہاتھ بھی حقیقت تیمّم کا جز ہوں اور بصر حقیقت عمی کا جز ہو، اس کی خامی وکمزوری ہر ناظر پر عیاں ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

الاصول* ویرتفع النزاع المستمر من الف سنة بين الخيار العدول* هكذا ينبغی التحقيق* والحمدلله علی حسن التوفيق* وصلی الله تعالٰی علی سيدنا ومولٰنا واٰله وصحبه* وابنه وحزبه* اجمعين ابد الاٰبدين* والحمدلله ربّ العٰلمين*	اصول سے شبہات کے غبار چھٹ جاتے ہیں۔ اور عادلانِ برگزیدہ کے مابین "ہزار سال سے جاری رہنے والے اختلاف" کا خاتمہ ہوجاتا ہے تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے اور حسنِ توفیق پر خدا کا شکر ہے اور اللہ تعالٰی کا درود ہو ہمارے سردار اور آقا پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند، جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ۔ اور ساری خُوبیاں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
الثانی عشر: ظهر لك من هذه المباحث ان احسن هذه الحدود الستة ازواجها دون اوتارها وان السادس مختص بالتيمم المعهود والثانی والرابع يعمان كل تيمّم بيدان الرابع مقتصر علی حقيقته فقد ادی حق الحد والثانی زاده ايضاحا بزيادة قصد التطهير۔	**بحث ۱۲**: ان مباحث سے ظاہر ہوا کہ مذکور[عہ] چھ تعریفوں میں بہتر وہ ہیں جو جفت نمبر پر آئی ہیں، وہ نہیں جو طاق ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چھٹی تعریف تیمّم معہود سے خاص ہے اور دوسری، چوتھی ہر تیمّم کو عام ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ چوتھی تعریف میں حقیقتِ تیمّم کے بیان پر اکتفا کیا ہے تو اس نے تحدید کا حق ادا کیا اور دوسری نے "قصد تطہیر" کا اضافہ کرکے مزید وضاحت کردی ہے۔

[عہ] مذکورہ چھ ۶ تعریفیں یوں ہیں:

(۱) تطہیر کیلئے پاک صعید کا قصد۔

(۲) دو مخصوص عضووں پر تطہیر کے قصد سے مخصوص شرطوں کے ساتھ صعید کا استعمال یا زمین کے کسی جز کا بقصدِ تطہیر اعضائے مخصوصہ پر استعمال۔

(۳) مطہّر صعید کا قصد اور ادائے قربت کے لئے مخصوص طور پر اس کا استعمال۔

(۴) پاک صعید سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح۔

(۵) وہ طہارت جو پاک صعید کو دو مخصوص عضووں میں بقصدِ مخصوص استعمال کرنے سے حاصل ہو۔

(۶) دو ۲ ضربیں، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کیلئے۔ ۱۲ محمد احمد مصباحی

اقول: وفیہ ثلثة مباحث الاوّل الظاھر ان المراد بالتطھیر ازالة النجاسة الحکمیة لکن ربما ییمم (۱) المیت اذالم یوجد ماء اوکان رجلا بین نساء اوامرأة بین رجال اوخنثی مراھقة مطلقًا فانہ ییممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة[1] الکل فی الدر ویأتی مفصلا وقد(۲) قال عامة المشائخ ان المیت یتنجس بالموت نجاسة حقیقة وھو الاظھر[2] بدائع وھو الصحیح[3] کافی وھو الاقیس عہ فتح[4]۔

اقول: یہاں تین بحثیں ہیں: اول ظاہر یہ ہے کہ تطہیر سے نجاست حکمیہ کا ازالہ مراد ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میت کو تیمّم کرایا جاتا ہے جب پانی نہ ملے یا میت عورتوں کے درمیان کوئی مرد، یا مردوں کے درمیان کوئی عورت یا کوئی مراہق خنثی ہو مطلقًا۔ اسے کوئی محرم تیمّم کرائے گا، وہ نہ ہو تو اجنبی کسی کپڑے کے ذریعے تیمّم کرائے گا۔ یہ سب درمختار میں ہے اور تفصیلی ذکر آگے آئیگا اور عامہ مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ موت سے میت نجاست حقیقیہ کے ساتھ نجس ہوجاتی ہے اور یہ ظاہر تر ہے، بدائع-- یہی صحیح ہے، کافی---- یہی زیادہ قرین قیاس ہے، فتح القدیر۔

عہ لان الأدمی حیوان دموی فیتنجس بالموت کسائر الحیوان[5] فتح **اقول:** ویرد علیہ ان لوکان کذالم یمکن تطھیرہ بالغسل الاتری الجیفة لوغسلت الف مرة لم تطھر وانما یطھر منھا الجلد بالدباغ

اس لئے کہ آدمی، خُون رکھنے والا جاندار ہے تو یہ بھی ایسے دوسرے جانداروں کی طرح موت سے نجس ہوجائیگا، فتح القدیر۔ **اقول:** اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اگر ایسا ہوتا تو غسل سے اس کی تطہیر ممکن نہ ہوتی۔ دیکھ لیجئے کہ مردار کو اگر ہزار بار بھی غسل دیا جائے تو پاک نہ ہوگا، ہاں دباغت سے صرف

---

[1] الدرالمختار باب صلاۃ الجنائز مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

[2] بدائع الصنائع فصل فی وجوب غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۹

[3] کافی

[4] فتح القدیر فصل فی الغسل نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۷۰

[5] ایضًا

اقول: ای غیر الانبیاء فانھم (ا)	**اقول:** مراد غیر انبیاء ہیں اس لئے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجلد الانسان لایحتمله ولعل قولی ھذا اولی من قول القائلین بالحدث اذقالوا نجاسة الحدث تزول بالغسل لانجاسة الموت لقیام موجبھا بعدہ فغسل المسلم لیس لنجاسة تحل بالموت بل للحدث لان الموت سبب الاسترخاء و زوال العقل ولما کان یرد علیه ان ھذا سبب الوضوء دون الغسل قالوا بل ھو سبب الغسل وکان ھو القیاس فی الحی وانما اقتصر فیه علی الوضوء دفعا للحرج لتکرر سبب الحدث منه بخلاف المیت [1] اھ اذیرد علیه مافی الفتح ان قیام الموت مشترك الالزام فان سبب الحدث ایضا قائم بعد الغسل[2] اھ۔

اس کی جلد پاک ہوجاتی ہے، اور انسان کی جلد میں اس کا احتمال نہیں۔ امید ہے کہ میری مذکورہ عبارت حدثِ میت کے قائل حضرات کی اس عبارت سے بہتر ہوگی جس میں انہوں نے یہ کہا کہ "حدث ہی کی نجاست ہے جو غسل سے دُور ہوتی ہے نہ کہ موت کی نجاست، اس لئے کہ اس نجاست کا سبب (موت) تو بعد غسل بھی قائم وباقی رہتا ہے۔ تو مسلم کا غسل کسی ایسی نجاست کی وجہ سے نہیں جو موت سے اس میں حلول کرجاتی ہے بلکہ حدث کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ موت اعضاء کے ڈھیلے پڑنے اور عقل کے زائل ہونے کا سبب ہے" اس پر جو اعتراض وارد ہوتا تھا کہ یہ تو وضو کا سبب ہے غسل کا نہیں، تو اس کے جواب میں ان حضرات نے کہا: "بلکہ یہ غسل ہی کا سبب ہے اور زندہ شخص میں بھی قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ اس سے غسل لازم ہو، مگر دفع حرج کیلئے اس میں صرف وضو پر اکتفا کا حکم ہوا کیونکہ اس سے یہ سبب بار بار پایا جاتا ہے بخلاف میت کے، کہ اس میں ایسا نہیں"۔ اھ۔ اس عبارت پر وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے کہ "سبب کے قائم وباقی رہنے کا الزام تو دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے کیونکہ حدث کا سبب بھی تو غسل کے بعد قائم وباقی رہتا ہے" اھ۔

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الغسل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰

[2] فتح القدیر فصل فی الغسل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰

صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم	حضرات انبیاء صلوٰت اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقول: بل لیس(۱) مشترکا فان الموت تبقی النجاسات متشربة فی البدن ولاتزول بالغسل والاسترخاء یوجب خروج ریح وبزوال العقل لایتنبہ لہ کالنوم فکان سببا بالعرض وھما قدعرضا للمیت وھو حی فتوجہ الیہ الخطاب وثبتت النجاسة الحکمیة فاذا غسل زالت ولاتعود لانھا حکمیة وقد انھی الموت توجہ الخطاب والتکلیف۔

اما اعتذارھم بان الغسل جعل مطھرا لہ تکریما کما فی الفتح **فاقول:** التکریم ان(۲) لایجعل جیفة لاان یحکم بانہ جیفة خبیثة ثم یحکم بطھارتہ بالغسل مع

واقول: (میری عبارت کے برخلاف قائلین حدث کی عبارت پر یہ اعتراض ہے اگرچہ میرے نزدیک اس کا جواب بھی ہے کہ) یہ الزام دونوں قول (نجاست وحدث) میں مشترک نہیں اس لئے کہ موت، بدن میں نجاستوں کو پیوست رہنے دیتی ہے اور وہ غسل سے دُور نہیں ہوتیں۔ اور اعضاء ڈھیلے پڑنا ہوا خارج ہونے کا سبب ہوتا ہے اور آدمی عقل زائل ہونے کی وجہ سے اس پر متنبہ نہیں ہوتا، جیسے نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو یہ بالعرض سبب ہوا، اور دونوں امر (اعضاء ڈھیلے پڑنا اور زوالِ عقل) میت کو حالتِ حیات ہی میں عارض ہوئے تو اس کی جانب خطاب متوجہ ہوا، اور نجاست حکمیہ ثابت ہوئی، جب اسے غسل دے دیا گیا تو زائل ہو گئی اور دوبارہ لَوٹنے والی نہیں اس لئے کہ یہ حکمیہ ہے اور موت کی وجہ سے اس کی جانب خطاب کا متوجہ ہونا اور اس کا مکلّف ہونا ختم ہوگیا۔

اب رہا ان (قائلینِ نجاست) کا یہ عذر کہ "تکریمًا اس کے لئے غسل کو مطہّر قرار دیا گیا ہے" جیسا کہ فتح القدیر میں ہے **فاقول:** تکریم تو یہ ہے کہ اسے مردار نہ قرار دیا جائے۔ یہ نہیں کہ اس کے مردار خبیث ہونے کا حکم دیا جائے پھر منافی (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قيام المنافی وقدقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان المومن لاينجس [1] رواه الستة عن ابی هريرة واحمد والخمسة الا الترمذی عن حذيفة والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الكبير عن ابی مُوسٰى رضی الله تعالٰى عنه وزاد الحاكم من حديث ابی هريرة حيا وميتا قال فی الفتح ان صح وجب ترجيح انه للحدث [2] اهـ۔

اقول: ولولم يصح لكفى اطلاق الصحاح على انه قدصح ولله الحمد قال فی الحلية قد اخرج الحاكم عن ابن عباس رضی الله تعالٰى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لاتنجسوا موتاكم فان المؤمن فلاينجس حيا ولاميتا قال صحيح على شرط البخاری ومسلم وقال الحافظ ضياء الدين

قائم رہنے کے باوجود غسل سے اس کے پاک ہوجانے کا حکم دے دیا جائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "یقینا مومن نجس نہیں ہوتا"۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور حضرت حذیفہ سے امام احمد اور ترمذی کے علاوہ پانچوں حضرات نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود سے نسائی نے اور حضرت ابوموسٰی سے رضی اللہ تعالٰی عنہم طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ (مومن) "حیات وموت کسی بھی حالت میں" (نجس نہیں ہوتا) فتح القدیر میں ہے: "اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس قول کی ترجیح لازم ہے کہ غسل حدث کی وجہ سے ہے" اھ۔

اقول: (الفاظ مذکورہ کے اضافہ کے ساتھ حاکم کی جو روایت ہے) اگر صحیح نہ بھی ہوتی تو صحاح ستّہ کی روایت کا مطلق ہونا ہی کافی ہوتا (مومن نجس نہیں ہوتا، مطلق فرمانے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حیات وموت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا) مگر بحمداللہ روایت حاکم کی صحت ثابت ہے۔ حلیہ میں فرمایا: "حاکم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنے مردوں کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الغسل ۱/۳۹

[2] فتح القدیر فصل فی الغسل ۲/۷۰

لا (ا) موت لهم الا اٰنیا تصدیقا للوعد ثم هم	موت محض آنی تصدیق وعدہ، الٰہیہ کے لئے ہے پھر وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی کتابه اسناده عندی علی شرط الصحیح فترجح الاول[1] اھ۔

اقول: وبه اندفع لانه لمن تامل تاویل(ا) الغنیة ان المراد لاینجس بالجنابة لسیاق حدیث ابی هریرة رضی الله تعالی عنه۔

اماقول ش المراد نفی النجاسة الدائمة والالزم ان لواصابه نجاسة خارجیة لاینجس[2] اھ۔

اقول: وقد ظهرلك دفعه(۲) بما قررنا فبون بین بین ان تصیبه نجاسة من خارج فتزال وان یجعل جیفة خبیثة نجسا کل جزء جزء منه ظاهرا وباطنا وهذا هو حقیقة النجس بخلاف من اصاب جلده نجاسة من خارج فلایصح علیه حقیقة انه نجس انما النجس مااصابه النجاسة من بشرته،

نجس نہ قرار دو اس لئے کہ مومن حیات وموت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا"۔ اور کہا کہ یہ صحیح بر شرط بخاری ومسلم ہے۔ اور حافظ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں فرمایا: اس کی سند میرے نزدیک بر شرط صحیح ہے تو اول کو ترجیح حاصل ہوگئی اھ۔

اقول: تامل کرنے والے کیلئے اسی سے غنیہ کی یہ تاویل بھی دفع ہوجاتی ہے کہ: "حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سیاق کی روشنی میں اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ مومن جنابت کی وجہ سے نجس نہیں ہوجاتا"۔ رہا علّامہ شامی کا یہ قول کہ "اس سے دائمی نجاست کی نفی مراد ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اسے کوئی خارجی نجاست لگ جائے تو بھی نجس نہ ہو"۔ اھ

اقول: ہماری تقریر سابق سے اس کا جواب بھی ناظر پر ظاہر ہے۔ بڑا نمایاں فرق ہے اس میں کہ اسے خارج سے کوئی نجاست لگ جائے پھر دور کردی جائے اور اس میں کہ اسے مردار خبیث، اور ظاہرًا باطنًا اس کے ہر ہر جز کو نجس قرار دیا جائے۔ یہی نجس کی حقیقت ہے۔ اس کے برخلاف جس کی جلد پر خارج سے کوئی نجاست لگ گئی ہو، اس پر حقیقی طور سے یہ بات راست نہیں آتی کہ وہ نجس ہے نجس تو صرف اس کی ظاہری جلد کا وہ حصہ ہے جس پر نجاست لگی ہے۔ (باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] حلیہ

[2] ردالمحتار باب صلوۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۳

احیاء ابدا بحیاۃ حقیقۃ دنیاویۃ روحانیۃ جسمانیۃ کما ھو معتقد اھل السنۃ والجماعۃ ولذا لایورثون ویمتنع تزوج نسائھم صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیھم بخلاف الشھداء(۱) الذین نص الکتاب العزیز انھم احیاء ونھی ان یقال لھم اموات فعلی قول العامۃ یکون ھذا التیمم مطھرا	ہمیشہ حیات حقیقی ودنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اسی لئے کوئی ان کا وارث نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں کا کسی سے نکاح کرنا ممتنع ہے صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں کتاب مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اس سے نہی فرمائی ہے کہ انہیں مردہ کہا جائے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی، ان کی ازواج کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے) تو عامہ مشائخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فثبت(۲) وللہ الحمد ان الحدیث ینفی تنجس المسلم بالموت فوجب کما قال المحققان ترجیح ان غسلہ للحدث وقد قال فی البحر انہ الاصح اما(۳) فرعا فساد صلاۃ حاملہ قبل الغسل والماء(۴) القلیل بوقوعہ فمبنیان علی قول العامۃ کما جوزہ ش اقول ونعمل بھما اخذا بالاحتیاط اما الکافر فجیفۃ خبیثۃ قطعا فالحکمان فیہ قطعیان واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)	تو بحمد اللہ یہ ثابت ہوگیا کہ حدیث پاک سے موت کی وجہ سے مسلمان کے نجس ہونے کی نفی ہوتی ہے تو دونوں محققوں کے فرمان کے بموجب اس کی ترجیح ضروری ہے کہ غسلِ میت حدث کی وجہ سے ہے۔ اور بحر میں فرمایا ہے کہ "یہی اصح ہے اب رہے یہ دو ۲ جزیئے کہ اگر کوئی غسل دئے بغیر مُردہ کو نماز میں لیے ہوئے ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے (اور مردہ آبِ قلیل میں پڑ جائے تو وہ پانی فاسد ہوجاتا ہے"۔ تو یہ دونوں مسئلے عامہ مشائخ کے قول کی بنیاد پر ہیں، جیسا کہ علّامہ شامی نے بطور تجویز واحتمال اسے کہا ہے (یعنی یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ قول عامہ کی بنیاد پر ہو، اور حقیقۃً یہ انہی کے قول پر مبنی ہے) **اقول:** اور احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے ہمارا عمل مذکورہ دونوں مسئلوں پر ہوگا۔ لیکن کافر قطعًا مردار خبیث ہے تو اس کے بارے میں دونوں حکم قطعی ہیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عن خبث۔ **اقول:** و ربما یترجح به قول من قال ان الموت حدث وافاد فی طھارۃ البحر الرائق انه الاصح فان التیمم لم یعرف الامطھرا عن نجاسة حکمیة قال تعالٰی أ··· ····ا··اَوُ·ا····وُا··· [1] الاٰیة الا ان یقال ان المولٰی عـه سبحٰنه وتعالٰی جعل ھذا المسح بالصعید مزیلا للخبث عن جمیع بدن المیت عند امتناع الغسل تفضلا منه وتکرما تعبدا غیر معقول المعنی کما جعل المسح بالحجر مزیلا له فی الاستنجاء واللہ تعالٰی اعلم۔	کے قول پر یہ تیمّم میت اسے خبث سے پاک کرنے والا ہوگا۔ اقول: اس سے ان حضرات کے قول کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ موت حدث ہے، اور البحرالرائق کے باب طہارت میں افادہ فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے اس لئے کہ تیمّم نجاستِ حکمیہ سے مطہّر ہونے کی حیثیت سے ہی جانا پہچانا گیا ہے ارشادِ باری تعالٰی ہے: "تم میں کا کوئی پاخانہ سے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرو"۔ مگر یہ کہا جائے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے غسل نہ ہوسکنے کی صورت میں جنسِ زمین سے اس مسح کو پُورے بدنِ میت سے خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے محض ازراہِ فضل وکرم، ایسا حکم تکلیفی جس کا معنی عقل کی دسترس میں نہیں، جیسے استنجاء میں پتھّر سے مسح کو خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

عـــه: ولابد للقائلین بالحقیقیة ایضا الالتجاء الی مثل ھذا فقد نصوا ان المیت تکفی فیه غسلة واحدۃ وانما التثلیث سنة ولوکانت حقیقیة لوجب التثلیث فاجابوا بان ھذا من تکریم اللہ سبحٰنه وتعالٰی عبدہ المسلم المیت جعل تطھیرہ بمرۃ واحدۃ ۱۲ منه غفرله (م)	نجاست حقیقیہ ماننے والوں کیلئے بھی اس طرح کی بات سے مفر نہیں کیوں کہ انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے میت کے بدن کو ایک بار دھونا ہی کفایت کرتا ہے اور تین بار دھونا فقط سنّت ہے۔ اگر نجاست حقیقیہ ہوتی تو تین بار دھونا واجب ہوتا۔ اس کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی جانب سے اپنے بندہ مسلم کی میت کی تکریم ہے کہ ایک بار سے ہی اس کی تطہیر کا حکم فرمادیا ۱۲منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۴۳

الثانی: یؤمر الصبی العاقل بالوضوء والصلاۃ فان کان مریضا اوعلٰی سفر ولم یجد ماء تیمّم ولایخرج تیممه من التیمم الشرعی کوضوئه وصلاته مع انه لایحدث عنده کمابیناه فی الطرس المعدل فیراد فیه صورة التطهیر وان لم یکن تطهیرا حقیقة لعدم النجاسة الحکمیة فکان کقول الخانیة الصبی العاقل اذا توضأ یرید به التطهیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانه نوی قربة معتبرة[1] اھ تأمل۔

وقد یقال علی مابینا فی الطرس المعدل ان(۱) النجاسة الحکمیة تعم المعاصی والمکروهات ولذا کان الوضوء علی الوضوء منویا موجبا لاستعمال الماء مع عدم حدث یسلب الماء طهوریته ونص(۲) علماء الباطن منهم سیدی عبدالوهاب الشعرانی قدس سرّه فی المیزان ان للاطفال ایضا معاصی بحسبهم وان لم تعد معاصی فی ظاهر الشریعة وبها یصیبهم مایصیبهم کما لا(۳) تعضد شجرة ولا تسقط ورقة ولایذبح حیوان الالغفلته عن التسبیح فعلی هذا تحقق النجاسة الحکمیة فیهم ایضا

دوم: عاقل بچہ کو وضو و نماز کا حکم دیا جائیگا، تو اگر وہ بیمار، یا سفر میں ہو اور پانی نہ پائے تو تیمّم کرے اور اس کا تیمّم، تیمّم شرعی سے باہر نہیں، جیسے اس کا وضو اور نماز۔ حالانکہ اس کے پاس حدث نہیں، جیسا کہ الطرس المعدل میں ہم نے اسے بیان کیا ہے تو اس میں تطہیر کی صورت مقصود ہوتی ہے اگرچہ حقیقۃً تطہیر نہ ہو کیوں کہ نجاست حکمیہ نہیں۔ تو ایسا ہوگا جیسے خانیہ میں فرمایا ہے: "عاقل بچّہ جب تطہیر کے ارادہ سے وضو کرے تو پانی مستعمل ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس نے ایک معتبر قربت کا ارادہ کیا" اھ تامل (غور کرو)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے "الطرس المعدل" میں بیان کیا ہے کہ نجاست حکمیہ معاصی اور مکروہات دونوں ہی کو عام ہے اس لئے نیت کے ساتھ وضو پر وضو پانی کے مستعمل ہونے کا سبب ہے جبکہ ایسا کوئی حدث نہیں جو پانی سے مطہر ہونے کی صفت سلب کر رہا ہو۔ اور علمائے باطن نے۔ جن میں سے سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں رقمطراز ہیں۔ تصریح فرمائی ہے کہ بچّوں کیلئے بھی ان کی حالت کے لحاظ سے معاصی ہوتے ہیں اگرچہ ظاہر شریعت میں وہ معاصی کے دائرہ میں شمار نہیں، اور ان ہی معاصی کی وجہ سے انہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ پہنچتی ہے جیسے یہ ہے کہ کوئی بھی درخت کاٹا جاتا ہے یا کوئی پتّہ گرتا ہے یا کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ وہ تسبیح الٰہی سے غافل

---

[1] فتاوٰی قاضیخان، آخر فصل فی الماء المستعمل۔ ۹/۱

حقیقة[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

الثالث: قدمنا ان الاستعمال ھو المسح وقولك مسح العضوین علی قصد التطھیر یتبادر منه ان الماسح ھو القاصد ولیس ھذا علی اطلاقه فان من یمم غیرہ بامرہ یعتبر فیه نیة الاٰمر دون المامور کما تقدم عن البحر نعم من یتمم بنفسه اویمم (۱) میتا اعتبر فیه نیة الماسح واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

ہوا۔ تو اس قول کی بنیاد پر بچّوں میں بھی نجاست حکمیہ کا ثبوت حقیقۃً ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوم: ہم بتا چکے ہیں کہ استعمالِ صعید سے مراد مسح ہے۔ اور "بقصدِ تطہیر دونوں عضووں کا مسح" کہنے سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ مسح کرنے والا قصد کرنے والا بھی ہوگا۔ حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں اس لئے کہ جو کسی دوسرے کو اس کے حکم سے تیمّم کرائے اس میں آمر کی نیت کا اعتبار ہوگا مامور کی نیت کا نہیں جیسا کہ البحرالرائق کے حوالے سے گزرا۔ ہاں جو خود تیمّم کرے یا کسی میت کو تیمّم کرائے تو اس میں مسح کرنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

تعریف ہفتم رضوی۔ اقول: وباللہ التوفیق ان مباحث جلیلہ میں جو کچھ ہم نے منقح کیا اس پر تیمّم کی تعریف اصح واوضح واصرح بعونہٖ تعالٰی یہ ہُوئی کہ فرض طہارت کیلئے کافی پانی سے عجز کی حالت میں مسلمان عاقل کا اپنے بدن سے نجاست حکمیہ حقیقۃً یا صورۃً یا میّت مسلم کے بدن سے نجاست موت حقیقیہ یا دوسرے قول پر حکمیہ دُور کرنے کیلئے اپنے یا اُس میت کے مُنہ اور ہاتھوں سے اُتنے حصّہ پر جس کا دھونا وضو میں ہے جنس زمین سے کسی کامل الطہارۃ چیز کو خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو حکم دے کر اُس کے واسطہ سے یوں استعمال کرنا کہ یا تو خود اس فعل سے اُن دونوں عضووں کے ہر جز کو اُس جنس ارض سے مس واقع ہو یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف کہ اس کی نیت مذکور کے ساتھ جنس ارض سے اتصال دئے گئے ہوں اُن کے اکثر کا جدا جدا اتصالوں سے مُنہ اور کہنیوں کے اوپر ہر ہاتھ سے اس طرح مس ہو نا کہ کوئی حصّہ ایسا نہ رہے جسے خود جنس ارض یا اُس کف سے اتصال نہ ہو۔

توضیحات: ہمارے ان بیانات وقیود کے بہت فوائد مباحث سابقہ سے روشن ہیں مگر ہمارے عوام بھائی کہ عربی نہ سمجھیں اُن کیلئے اجمالاً اعادہ اور کثیر وغزیر جدید فوائد کا کہ پہلے مذکور نہ ہوئے افادہ کریں۔

---

[1] المیزان الکبرٰی خاتمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۲/۲۰۹